

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَالرَّسُلِ السَّلَامِينَ

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (سورة الجمعة آیت ۲)

ترجمہ: وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہیں میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے۔ ان کی زندگی کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

اللہ کے رسول نے فرمایا ہے: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ (حدیث صحیح بخاری)

ترجمہ: تم میں سے سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے اور علم پھیلانے۔

إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ الْأَخْيَرِينَ (صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ اس کتاب قرآن کریم کے ذریعے لوگوں کے درجات اور مقامات اونچے بلند کریگا۔ (جو اس کا حق ادا کریں گے) اور دوسرے بعد کے انسانوں کو پستی میں ڈالے گا۔ (جو اس کا ساتھ چھوڑ دیں گے)

علم قرآن عربی زبان میں آیا ہے۔ ہماری زبان اردو ہے تبلیغ دین کے لئے اور قرآن پڑھنے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے اور اس پر غور و فکر کرنے اس پر عمل کرنے کے لئے آسانی پیدا کرنے کے لئے یہ کوشش ہے۔

هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ O

اللَّهُ تَبَّ زَانِي

Zakalab Introduction

ذالك الكتاب

تلاوت کلام پاک ایک مقدس کتاب ہے۔ اس آسمانی کتاب کو ہاتھ لگانے سے پہلے پاک اور صاف ہوجاؤ۔ غسل۔ وضو۔ تیمم جس طرح ہو جسم کو پاک صاف کرلو۔ پھر اپنے کپڑوں کا لباس کا صاف سترا اور پاکیزہ ہونا ضروری ہے۔ اس کے بعد اللہ کی پناہ کی درخواست کرو۔ شیطان مردود سے جو دلوں میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔ اس سے بچے رہو۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے "قَدْ أَقْرَأْتَ الْقُرْآنَ فَأَنْتَعَزَّ بِالنَّذَىٰ ۚ اَعُوذُ بِكَ مِنْ خِزْيِ النَّارِ ۖ إِنَّهُ كَانَ خَشِيئًا" اللہ تعالیٰ سے التجا ہے بندہ کو شیطان مردود سے اور اس کے شر سے محفوظ رکھے۔

اس چھوٹی سی آیت کے تین حصے ہیں۔ اَعُوذُ بِالنَّذَىٰ۔ یعنی اللہ پر عقیدہ ہے کہ وہ ضرور بچاتا رہتا ہے۔ اس لئے اس سے درخواست ہے۔ عجز و انکساری کے ساتھ۔ اس یقین کے ساتھ کہ میرا رب کریم قادر مطلق ہے ہر آفت و مصیبت سے بچاتا رہتا ہے۔ اور میں بندہ عاجز اس کی پناہ میں بالکل آگیا ہوں۔

اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر سبحان کے نام سے شروع کرنا۔ تلاوت و قرأت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مقرب فرشتہ رحمت حضرت جبریل علیہ السلام جب پہلی بار غار حرا میں آئے تو کہا تھا۔ اقرأ۔ پڑھ۔ ہاشم ربیک۔ اپنے خالق مالک پروردگار کے نام سے۔ اللہ کا بننے والا رسول بالکل

تھا کہ اس کا رب اعلیٰ کون ہے اور کیسا ہے اور کہاں ہے۔ وہ تو لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتا تھا کہ کیسے پڑھنا ہے۔ اللہ کے فرشتے نے پڑھنا سکھایا۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ پڑھا اپنے رب اعلیٰ کے نام سے جو خالق ہے مالک اس کائنات کل کا۔ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قرآن مجید کی سب سے اہم سورت ہے۔ قرآن کی ہر سورت اس قفل اور تالے میں بند رہتی ہے۔ اس کو پڑھے بغیر سورت مت پڑھو۔ نہ قرآن مجید کھولو اس اہم سورت کا نزول ۶ اوہیں سورت النحل میں پہلی بار آیا ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنا پیغام بلکہ یمن بلقیش کو پہنچایا تھا تو سب سے اوپر یہ سورت لکھی تھی۔

قرآن میں یہ سورت ہر سورت کے اوپر ۱۱۳ مرتبہ لکھی گئی ہے۔ اس کی اہمیت اور ضرورت کی خاص وجہ ہے کہ ہر بار یہ سورت بندہ اور خدا کے درمیان ایک رشتہ قائم کرتی جاتی ہے کہ بندہ عاجز و مجبور اور محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ مالک الرحیم اور الرحمن ہے اس طرح دونوں کا باہمی تعلق جڑا رہتا ہے۔ اس لئے حکم ہے کہ اپنے ہر کام کو دنیا کا ہو یا دین کا اس کی ابتدا بِسْمِ اللّٰهِ سے کرو۔ کام کی ابتدا کرنا تو انسان کے اختیار میں ہے۔ کام کو تکمیل کرنا اور کامیاب کرنا اللہ کے اختیار میں ہے۔ اس لئے اللہ کے نام پر اس کے توکل اور سہارے پر اپنے کو وابستہ کر دو۔ کسی سورت میں بندے کا اپنے اللہ سے رشتہ ٹوٹنے نہ پائے اور اللہ ہر وقت اپنے بندے کے ساتھ رہے۔

انسان اپنی ذات اور فطرت میں اللہ کا باغی اور سرکش رہا ہے۔ قرآن کی تعلیم کی ابتداء اسی لئے ہوئی کہ اس مغرور۔ سرکش باغی انسان کو خدا کا مطیع اور فرمانبردار بنائے۔ اس کے غرور توڑنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ ہر بار بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے اور اپنے ہر کام کی ابتدا اسی سورت سے کرے۔

قَالَ مُحَمَّدٌ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

آواز قرآن -

انسان اللہ تعالیٰ کی بہترین تخلیق ہے۔ عقل و شعور، علم و فہم سے اس کو نوازا گیا ہے۔ کہ وہ اپنے خالق اپنے رب کو جانے پہچانے اس سے اپنا تعلق جوڑے اس کی بندگی و اطاعت میں زندگی گزارے اس طرح وہ اپنی عظمت و اشرف مخلوق ہونے کا بھرم رکھے۔

یہ دنیا ایک اسٹیج اور بزنس پلانچ اطفال ہے۔ یہاں ہر شخص کو اپنا اپنا کردار اپنا اپنا پارٹ ادا کر کے رخصت ہو جانا ہے۔ پیدائش سے موت تک ایک امتحان ہے

یہاں ہر ایک کی آزمائش ہوتی رہتی ہے۔ اس میں صبر و تحمل سے بہت اور برداشت سے گزارنا ہوتا ہے۔

ہم کو یہ زندگی جو ملی ہے وہ خدا کا عطیہ اور نعمت ملی ہے اس کو کسی صورت بھی غفلت اور سستی سے صنایع اور برباد ہونے سے بچانا ہے۔ یوں صنایع نہ کرنا ہے کہ روز قیامت ندامت اور شرمندگی سے اللہ کے رسول کی امت میں بھی نہ شامل ہو سکے اور ظالموں میں ہمارا شمار ہو۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں۔

ہم اللہ کو ناراض و ناخوش رکھ کر اس دنیا میں ایک لمحہ بھی خوش نہیں رہ سکتے۔ اپنے آپ کو اپنے اللہ کی رضا اور خوشنودی کے حوالے کر دو۔ مکمل سپردگی کے ساتھ۔ اللہ ہم سب کو ہر وقت دیکھتا اور سنتا رہتا ہے۔ ہم سب دن رات ہر لمحہ اللہ کی نظروں میں رہتے ہیں۔ اس کا یقین کرو اس پر ایمان لاؤ۔ اللہ سے ڈرتے رہو اس کا خوف و ڈر ہر وقت اپنے دل میں رکھ کر آگے قدم بڑھاؤ۔ سنبھل جاؤ گے۔ سدھر جاؤ گے۔

اس زندگی کا انجام موت ہے۔ موت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ آخرت کی پہلی منزل موت اور قبر کی تاریکی اور وحشت ہے۔ موت کے وقت سے سکرات کے عالم سے ہمارا محاسبہ شروع ہو جاتا ہے۔ وہاں ہم سے پوچھا جائے گا۔ روز قیامت ہم سے ضرور سوال ہوگا کہ ہم نے دولت کہاں سے اکٹھا کی کس طرح کمایا ہے اور کہاں خرچ کیا ہے؟ ہم سے پوچھا جائے گا۔ اللہ نے جو زندگی جو انی عطا کی تھی وہ کہاں لٹائی اور کہاں برباد کی کس طرح گزار کر آئے ہو؟ ہر ہر نعمت کا ہم سے سوال ہوگا۔ ثم لتسکن یومئذ عن العزیم

اذلک الکتاب کا یہ دوسرا ایڈیشن ملک کے موجودہ حالات کے تناظر میں از سر نو ترتیب دیا گیا ہے قرآن کریم عربی زبان میں تلاوت و قرأت نہیں کر سکتے تو ایسی زبان میں اسکو اب پڑھ لو اس کو سمجھو قرآن کا پیغام کیا ہے؟ قرآن کیا بتانا چاہتا ہے اسکی نصیحت اور ہدایت اب قبول کر لو۔ اب بھی وقت اور موقع ہے ہر

ممكن سہولت موجود ہے۔

اس کو زیادہ سمجھنے اور غور و فکر کرنے کے لئے آسان بنا دیا گیا۔ جب تک قرآن کا پس منظر اور پیش منظر شروع کی اہمیت اور ضرورت ذہن میں نہیں آجاتی۔ قرآن پڑھنے سمجھنے اور غور و فکر کرنے کا شوق مطالعہ کی دلچسپی کے لئے تلاوت و قرأت کی طرف ذہن راغب نہیں ہوتا۔ رہنمائی اور ہدایت توفیق اللہ کی طرف سے ملتی ہے۔ اگر اس طرف توجہ کرو اسکو پڑھتے رہو اور ارادہ کر لو۔

یہ زندگی بہت مختصر ہے۔ سفر حیات کی کسی منزل میں تم رکیوں نہ ہو۔ ذرا زندگی کو آواز تو دو اور پوچھو کہ اس کے پاس کسی گذری زندگی میں آخرت کے لئے کیا سرمایہ باقی بچا ہے؟! تمہارا یہی سرمایہ زاد راہ موت کے ساتھ قبر میں اور آخرت میں کام آئیگا۔ بیٹا بیٹی اور بیوی بچے مال دولت کوئی بھی ساتھ نہیں آئیگا۔ اور نہ خدا کے عذاب سے کسی کو بچائیگا۔ اپنا حساب و کتاب خود ہی آپ صاف رکھو اپنے ساتھ رکھو۔ جو کچھ اب کر سکتے ہو اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے کر گذرو مہلت اور وقت بہت تھوڑا ہے۔ قوی مصحح ہونے سے پہلے کم سے کم اپنے خدا سے معافی ہی مانگ لو۔ توبہ کر لو۔ سچی توبہ استغفار اور مغفرت بخشش کی دعائیں مانگ لو۔ لہٰذا آخرت اور عاقبت کی فکر کر لو۔ خدا بڑا غفور الرحیم ہے بندوں کے گناہوں کو بے حساب معاف کر نیوالا ہے۔ یہ وقت اور مہلت پھر کہاں!!!۔ ولا امر یومئذ للظہیر

"اب پچھتانے کیا ہوت جب چڑیاں چک گئیں سارا کھیت"۔

ولقد یسرنا القرآن لذکر فضل من یدکر
(سورہ القمر)

وما علینا الا البلاغ المبین

احقر العباد

سید بشیر الدین زبانی

تاریخ ماہ فروری 1997ء

ماہ رمضان ۱۴۱۷ھ

ناظم آباد نمبر ۲ ڈی ۱۳۱۱۳ کراچی
پوسٹ کوڈ۔ ۷۴۶۰۰ کراچی۔

کراچی۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱- تاریخی جائزہ -

۱۸۵۰ ق م کا دور شہر بابل و نینوا دنیا کی سب سے پہلی قدیم تہذیب و تمدن کا مرکز تھو۔ تھو تمدن اور نہروں کی سرزمین جو ابتدائی وحشی انسان کو زراعت گلہ بانی معیشت معاشرت تجارت اور کاروبار کے لئے قدیم سے آباد رکھا۔ اس کو پھیلایا۔ ان کی اپنی تہذیب ان کا تمدن تھا ان کے مذہبی آثار اور عقیدے تھے۔ یہاں کھدانی قوم کا بہت بڑا بت خانہ تھا۔ بت پرستی کی ابتدا اسی جگہ سے ہوئی تھی۔ قوم کے پانچ مقدس اوتاروں بزرگوں کو عقیدت اور محبت سے لوگوں نے ان کو پوجنا شروع کر دیا تھا۔ ان کے مجسے اور مورتیاں بنا کر گھروں میں برکت اور عقیدت کے لئے سجائے تھے۔ ان کے مرنے کے بعد ان کی پرستش اور عبادت ہونے لگی تھی ان میں چار بھائی اور ایک بہن "سولح" نام کی تھی۔ بھائیوں کے نام ود۔ یعوق۔ یعوث اور سنتر تھے۔ قرآن نے سورہ نوح میں ان کے نام گنائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بت پرستی سے منع کرنے کے لئے لوگوں میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا جو حضرت آدم علیہ السلام کی دسویں پشت سے تھے۔ نوح علیہ السلام اس قوم میں ایک ہزار سال تبلیغ کرنے رہے۔ ان کو سمجھاتے رہے کہ خدا ایک ہے اسی کی عبادت اور بندگی کرو۔ بتوں، مجسوں سے نہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا یہ نہ تو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ خدا کی بندگی کرو اس پر ایمان رکھو ایک ہزار برس کی منت اور کوشش جب

رائیگاں اور ناکام ثابت ہوئی تو خدا کے پیغمبر نے اللہ سے بددعا کی کہ ایسی ناہنجار نافرمان باغی قوم کو ہلاک و برباد کر دے اس طرح کہ ان کی نسل کا کوئی بچہ بھی اس دنیا میں باقی نہ رہے۔ ایسی قوم کو برباد و ہلاک ہونا ہی تھا۔ خدا کی طرف سے سیلاب عظیم آیا۔ دجلہ و فرات کی لہروں میں جوش آیا۔ طوفانِ نوح کے آثار پیدا ہوئے۔ قوم کو پھر بھی یقین نہ آیا۔ آسمان سے موسلا دھار بارش مہینوں ہونے لگی زمین سے پانی ابلنے لگا۔ اب بھی مہلت اور وقت تھا مگر کسی نے ان کی طرف توجہ نہ دی ساری قوم سیلابِ نوح میں بہ گئی۔ وہ چند ایمان لائیا لے اور نوح علیہ السلام کے خاندان کے لوگ "اصحابِ السفینۃ" جو نوح کی کشتی میں سوار ہو گئے تھے وہ زندہ باقی رہے۔ اللہ نے انہیں بچالیا تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام سیلاب عظیم کے واقعہ سے بہت متاثر ہوئے دجلہ و فرات کی وادی سے کوہِ جوڈی سے جہاں ان کی کشتی طوفان کے بعد پہنچی تھی دل برداشتہ و مغموم ہو کر نفلِ وطن کیا۔ اور جنوبی عربستان میں یمن کے مقام پر آکر آباد ہوئے۔ یہاں ساٹھ برس زندہ رہے اور اسی زمین پر انتقال کیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد۔ حام۔ سام یافت۔ اور دیگر مومنوں کی اولادوں سے ان کی نسلیں پھیلیں۔ حام کی اولاد اور عاد اور ارم زیادہ مشہور ہوئے۔ سورہ العنکبوت میں اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ ۳۸۳۲ ق م اور ۲۸۸۲ ق م کے درمیان کلدانی تہذیب و تمدن کا دور تھا۔ یمن میں ہجرت کرنے کے بعد ان کے بیٹے سام بن نوح کا بڑا پوتا عاد کھلایا۔ اس کا دادا ارم کہلاتا تھا۔ اس لئے یہاں جو قوم آباد ہوئی وہ عاد ارم کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ عاد بن ارم کا قبیلہ بڑا خوبصورت طاقتور اور تنومند تھا بکری ڈیل ڈول کے نہایت زبردست ہوشیار لوگ تھے۔ قرآن نے سورہ الفجر کی آیت ۷-۸ میں ان کی تعریف اس طرح کی ہے۔ "لم یخلق مثلبا فی البلاد" ایسی خوبصورت و جبر قوم اس دنیا کے کسی قلعہ زمین پر کبھی پیدا ہی نہیں ہوئی تھی۔ یہ لوگ شہر کے اطراف ستون بنا کر شہر کا حصار کر کے رہتے تھے۔

یمن کا علاقہ حضر موت تک احناف کہلاتا تھا جو عاد اولیٰ کا اصل وطن رہا ہے۔ قرآن نے سورہ صود نمبر ۱۱ اور سورہ احناف نمبر ۳۶ میں ان کے تفصیلی حالات سنائے اور قرآن کی ۸۹ ویں سورت الفجر کی آیت ۷ اور ۸ میں عاد ارم کے شہر اور آبادی کا ذکر کیا ہے۔ "ارم ذات العباد اللتی لم یخلق مثلبا فی البلاد" یہ لوگ وادی القریٰ کے رہنے والے تھے عرب نسل سے

ان کا تعلق تھا۔

قوم عاد ثانی کھلانے والے اولادِ نوح ﷺ سے پانچویں پشت میں حضرت ابراہیم ﷺ سے ملتا ہے۔ بابل اور نینوا میں آکر بس گئے تھے۔ قرآن کی ۳۷ ویں سورت الصفت کی آیت ۷۹ سے ۸۳ تک ابراہیم ﷺ کا ذکر ملتا ہے۔ "وَإِن مِّنْ شَيْعَةٍ أِبْرَاهِيمَ ﷺ"

قرآن کا پس منظر۔

عربوں کی کوئی قدیم تاریخ لکھی ہوئی کہیں نہیں ملتی اگرچہ کہ ان کا تمدن۔ مکن سے شروع ہوتا ہے۔ عرب روایتی حوالوں سے حضرت ابراہیم ﷺ کے نام سے اور دن ابراہیم ﷺ سے واقف تھے۔ قرآن کی سب سے پہلی طویل سورہ البقرہ میں حضرت ابراہیم ﷺ کے حالات بیان ہوئے کہ دنیا کا پہلا موجد شخص جس نے اللہ کو اپنے علم اور ذہن کی معرفت سے پہچانا تھا اور وہ سب سے پہلا مومن بندہ کھلایا۔ اللہ نے اس مومن بندے کو ساری قوموں اور انبیاء علیہ السلام کا امام اور پیشوا بنایا۔ اور یہ اعزاز ابراہیم کو حاصل ہے کہ اپنے سب سے پہلے گھر کعبۃ اللہ کی بنیادیں کھڑی کرائیں اور اس کی اولاد کو فضیلت رحمت اور برکت عطا کی۔ اس کے خاندان بنی اسرائیل میں نبوت لامت حکومت اقتدار سلطنت وراثت اور علم و حکمت کے خزانے عطا کئے۔ جیسے جیسے نانا آگے بڑھتا گیا لوگ دنیا کی طلب میں خدا سے نافرمانی اور سرکشی کرنے لگے۔ انہوں نے انبیاء اور رسولوں کو ستایا قتل کیا اور سولی پر چڑھایا۔ قرآن نے ان کے الزاموں کی بڑی فہرست سورہ بقرہ کی آیات ۴۹ سے ۱۲۳ تک جگہ جگہ سنائی اور انہیں جتلا دیا کہ اگر وہ خدا کے باغی اور نافرمان رہیں گے سرکشی کفر و شرک کی حرکتوں سے باز نہیں آئیں گے تو پھر دشمن ابراہیم کی سعادت رحمت برکت نبوت سب کچھ ان سے چھین لی جائے گی۔ اور ان پر خدا کی لعنت دنیا اور آخرت میں ہمیشہ رہے گی۔ اللہ کے عذاب ان پر دنیا پر آتے رہیں گے دنیا میں انہیں کہیں پناہ بھی نہیں ملے گی۔ اور قرآن کی یہ ہزاروں برس کی یہ پیشین گوئی آج بھی پوری ہو رہی ہے۔

جب قرآن کی فرد جرم مکمل ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مکہ میں نبی ہاشم کے گھر عبدالمطلب کے پوتے کے نام سے دنیا سے عرب میں متعارف کرایا۔ یہ دور تاریخ کا اطراف عرب میں بڑا ہنگامہ۔ دور دور تھا۔

ابراہیم علیہ السلام اور اسمعیل علیہ السلام کی اولاد عرب اللہ کی محبوب ترین قوم یہاں برسوں سے آباد تھی۔ عربی زبان فصیح و بلیغ بولتے اور لکھتے تھے۔ قصیدے، ہجویہ، رزمیہ، المیہ، نظمیں اور اشعار کہنے میں لاثانی تھے۔ پیشہ تجارت اور کاروبار تھا۔ کھیت زراعت اور مویشی ان کی دولت تھے۔ قبیلہ کا سربراہ جسکے بیٹے زیادہ ہوتے شیخ تسلیم کیا جاتا تھا۔ مہمان نواز۔ سب سے بہادر۔ جنگجو۔ ملنسار متواضع تھے۔ قبائلی رسم و رواج کے پابند لوگ تھے۔ محبت رواداری کا سلوک اجنبی مسافروں سے کر کے ان کی محبت سیٹھ لیتے تھے۔

عقیدے کے اعتبار سے ستارہ پرست تھے۔ ہر قبیلے کا ایک ستارہ ہوتا جسکی وہ پرستش کرتے تھے۔ قبیلہ بنو اسد ستارہ عطار کو پوجتے تھے۔ بنو حزم ستارہ مشتری کو اور بنو سوط ستارہ زہرہ کی پرستش کرتے تھے۔ صرف بنو امیہ خدا پرست تھے مگر وسیلے اور سفارش کے طور پر وہ بھی بتوں کی پوجا پرستش کرتے تھے تاکہ اللہ کا قرب اور سفارش ان کو حاصل ہو جائے۔ قرآن نے ۵۳ ویں سورت سورہ النجم کی آیت ۵۱ میں ان کے باطل عقیدوں کی تردید کی ہے اور فرمایا۔ **وَإِنَّ أَعْيُنًا وَقَتْ وَأَنَّ رَبَّكَ أَعْلَمُ**

اللہ کی ذات اکیلی اور تنہا ہے اس کے لئے کسی اور سہارے اور وسیلے کی ضرورت نہیں وہ جسکو چاہے غنی بنا دے دولت مند اور خوشحال کر دے۔ جسکو چاہے غریب اور تنگ دست کر دے اللہ ہی ربّ الثعری ہے ستاروں میں کچھ نہیں رکھا گیا ہے۔ وہ تمہارے خدا نہیں ہو سکتے اور نہ تم کو مال دار اور خوشحال بنا سکتے ہیں۔ خدا کا کوئی مدگار اور شریک ہرگز نہیں ہے۔

عربوں کے ساتھ یہودی قبائل اکثریت میں تجارت اور کاروبار میں شریک تھے۔ عیسائی بھی تھے مگر عیسائیوں کی یہودیوں سے چپقلش چھ سو برسوں سے چلی آرہی تھی۔ جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹایا تھا۔ (قرآن اس کی تردید کرتا ہے) عرب یہودیوں کی موسوی شریعت سے بیزار تھے۔ انہوں نے توریت کے کتبائے میں تبدیلیاں کر لی تھیں اپنی مرضی منشاء اور نفع کے لئے اسکو بدل لیا تھا۔ بتوں کے نام کی قربانی کرتے اور عجیب عجیب طریقے۔ حام۔ بحیرہ اور صائب کے گھڑ لئے تھے۔ جو چاہتے حلال کر لیتے اور جو چاہتے حرام کر لیتے۔ حج کا طریقہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ قدیم سے چلا آرہا تھا۔ مکہ والے اس پر قائم تھے جبکہ یہودی اور عیسائی ان میں تبدیلیاں لاپکے تھے۔ طواف کعبہ کے وقت سیٹیاں اور تاریاں بجا کر طواف ختم کرتے۔ بتوں کے نام پر جانور مخصوص کر کے ان کے استمانوں پر

لیجا کر ان کے نام پر قربانی کرتے تھے۔ طواف برہنہ جسم مادر زاد ننگے ہو کر کرتے کہ ان کے کپڑے ناپاک اور گندے ہوتے تھے۔ کیوں کہ نئے کپڑے ان کے پاس نہیں ہوتے تھے۔ طواف کے بعد کپڑے اپنے پہن لیتے تھے۔ عرب ان سے نالائق تھے اور چاہتے تھے کہ اگر اللہ کا کوئی دین اسلام کی کوئی کتاب اللہ کی طرف سے ان کے پاس ایسے وقت آئے تو وہ ضرور اس کتاب کی پیروی کریں گے اور اس پر عمل کریں گے۔ اس لئے کہ ان کے پاس آج تک نہ کوئی پیغمبر آیا تھا اور نہ کوئی الہامی کتاب آئی تھی۔

چھٹی ساتویں صدی عیسویں میں آبادی کے اعتبار سے دنیا بہت چھوٹی سی تھی۔ ابھی نہ امریکہ دریافت ہوا تھا نہ آسٹریلیا نہ ان کا کہیں پتہ تھا۔ افریقہ تاریکی کے جنگلوں میں وحشی جانوروں درندوں کی زد میں تھا۔ افریقہ کا باشندہ مادر زاد برہنہ حالت میں گھومتا پھرتا رہتا تھا۔ البتہ عرب اس وقت جاگ اٹھے تھے عرب کے اطراف اکناف کے علاقے۔ من۔ احناف۔ حضر موت۔ عمان۔ شام عراق۔ مصر مغرب اقصیٰ۔ حبشہ یونان اور روم میں ذہنی فکری اور سیاسی مذہبی بلبل تورتوڑ جوڑ اور سپر طاقتوں کی باہمی کشمکش اور زور آزمائیاں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے روم اور فارس ایک دوسرے سے کھم کھم گتا ہو رہے تھے۔

تاریخ روم بہت قدیم ہے جو رومی شہنشاہ جولیس سیزر سے شروع ہوتی ہے جو روم قوم کا ایک ناقابلِ تغیر خدا سمجھا جاتا تھا۔ شہر کے بیچوں بیچ سنگ مرمر کا قد آدم مجسمہ نصب تھا اس پر گندہ حروف تھے "قیصر صفات الوہیت کا مالک۔" باز نطنسی دور کی دنیا کی قدیم تہذیب اور حکومتیں جب عروج و زوال کے دور سے گزریں تو تاریخ نے یہ سبق سکھایا کہ بے انتہا انسانی اختیارات نہ آریت اور نہ بادشاہت کے لئے اور نہ رعایا و سلطنت کے لئے مفید ہیں۔

فارس کی تہذیب بھی اپنے بے انتہا عروج سے گذری تسانی دور حکومت بھی شخصی اور موروثی حکومت تھا بادشاہ خود کو خدا کی طاقت کا محور سمجھتا تھا۔ لوگ اس کے آگے سجدہ کرنے جھکتے تھے۔ حلال و حرام کی کوئی تمیز نہ تھی باپ اپنی بیٹی سے نکاح کر لیتا تھا۔ بہن بھائی سے شادی کر لیتی تھی۔ قانون عیش و عشرت تھا جو چاہو سو کرو جو دل میں آئے جو جی چاہے کہ گدڑ کوئی روک ٹوک پوچھنے والا نہ تھا۔ جب تاناریوں کے حملے شروع ہوئے کسریٰ و پرویز کی ۳۴ سالہ حکمرانی ختم ہو گئی تو یہ وہ دور تھا جب مکہ میں اسلام آئے ہوئے تیرہ سال گذر چکے تھے۔ مصر روم کے قبضے میں تھا وہاں مقوس عیسائی گورنر تھا۔ یمن میں حمیرا خاندان جو قوم

سبا والوں کی آخری یادگار تھی فارس والوں کے زیر نگیں آ گیا تھا۔ حبشہ میں نجاشی کی حکومت تھی جو سلطنت روما کا عیسائی گورنر مذہبی عالم بھی تھا۔

عرب کی سیاسی حالت و کیفیت مکہ کے تقدس اور ہر سال حج کی عبادت سے عبارت تھی یہ دنیا کی قدیم آبادی کا مرکز عبادت بنایا گیا تھا۔ یہاں عرب قبائل کی سرداری کا راج تھا۔ شہری ریاست حکمران کونسل کے دس وزراء پر مشتمل تھی جو دس عرب قبائل کے نمائندہ اور سربر آوردہ ہوتے تھے۔ مکہ کی تولیت چاہ زمرم سے بنو ہاشم کے ذمے تھی۔ حضرت عباس اس کے نمائندہ تھے۔ بنو امیہ کے سردار ابو سفیان دفاع۔ جنگی امور مسازو سامان کے نگران کار بنائے گئے تھے۔ بنو تمیم والے دیوانی فوجداری عدالت و انصاف کے فرائض انجام دیتے تھے۔ بنو اسد والے حضرت خدیجہ کے والد صدر پارلیمنٹ بنائے گئے تھے۔ بنو سہم کے الحارث بن خیس چیف جسٹس تھے۔

عرب میں نہ بادشاہت تھی اور نہ کسی کا کوئی بنایا ہوا قانون چلتا تھا۔ ہر قبیلہ اس کا سردار آزاد خود مختار تھا حسب و نسب کے رشتوں کی اہمیت اور احترام تھا فرد آزاد تھا۔ کسی کو کسی سے کوئی علاقہ اور واسطہ نہیں ہوتا تھا۔ دوستی محبت حق پرٹوس کو مانتے تھے۔ آپس کے حقوق کی پاسداری تھی اخلاق ہمدردی میں ایک دوسرے سے وابستہ تھے خون کا انتقام ضرور لیتے اور خون کا بدلہ خون سے لیتے اگر کمزور ہوتا تو خون بہا لیتے فرد کا فرد سے تعلق اور معاملہ ہوتا جی چاہتا تو خون بہا بھی معاف کر دیتے ان کا اپنا طریقہ تھا باپ کے مرنے کے بعد سوتیلی ماں سے نکاح کر لیتے یہ ان کا ورثہ اور حق بنتا تھا غیرت قومی کا یہ حال تھا کہ اپنی بیٹی کو کسی غیر قبیلے والے کے حوالے نہیں کرتے تھے اور نہ نکاح میں دیتے لڑکی کو پیدائش کے وقت ہی مار ڈالتے تھے اس بات پر فخر محسوس کرتے تھے قبیلہ قبیلے کے شیخ کے ساتھ مساوی طور پر بات کرتا تھا۔ کوئی اونچ نیچ بڑائی اور سرداری کا نہ لحاظ اور نہ طریقہ تھا۔ عربوں کے فلسفہ زندگی میں تین باتیں اہم تھیں فرد۔ خاندان اور قبیلہ۔ قبیلے کے اندر شاعر خطیب عالم تاجر بہادر شیخ کی عزت تھی خاندان میں جوان رعنا کی خوبصورت کی غیرت مند کی غصہ۔ جوش۔ عزم و آزادی۔ حریت اخلاق اور وعدہ کے ایفا کی پاس داری اور دیانت امانت دیکھی جاتی تھیں۔ یہ تمام صفات خاندان قبیلے اور فرد میں ضرور دیکھی جاتی پسند کی جاتی اور ان فصائل سے اسکی عزت کی جاتی تھی تاریخ عرب میں سات خاندانوں کے سات مشہور ترین شاعروں کے قصیدے سبع معلقات کی شہرت تھی Seven Golden Odes ان کے مشہور شاعروں میں طرفہ عمر

ابن کثوم - حارث - ابو العلاء معری امراء اقصیس اور جریر کے نام آتے ہیں۔

ہر سال حج کے موقعہ پر مدینہ کے مقام پر آخری دن شاندار میلہ لگتا جو عکاظ کے نام سے مشہور تھا دن بھر کھیل تماشے و نکل کشتی کے اور شیرہ بازی گھوڑ دوڑ اونٹوں کا رقص ہوتارات کو مشاعرہ ہوتا تھا اہل زبان اہل فن مشہور شاعر اپنا اپنا کمال فن - ہجویہ اشعار قصیدے - نظمیں لکھ کر لاتے اور سناتے۔ اور دادِ تمہین حاصل کرتے جس شاعر کا کلام حاملِ مشاعرہ ہوتا رہا۔ اسکی تعریف کرتے اور خوب داد دیتے اس کو اول انعام کا مستحق سمجھا جاتا تھا۔ قبائلی سردار جو دار الندوہ میں جمع ہوتے اس اول آنے والے کلام کو سونے کے دونوں میں جڑتے اس کا وزن کر کے اس کے برابر سونا اس شاعر کی نذر کرتے انعام دیتے اور وہ کلام مکہ کی دیوار پر۔ دروازہ کے قریب دار الندوہ کے روبرو لٹکا دیا جاتا۔ گویا وہ ایک چیلنج کے طور پر اس وقت تک وہاں لگا رہتا جب تک کہ کوئی ہمعصر اہل کلام شاعر اس کا جواب لکھ کر وہاں نہیں لٹکا دیتا۔ دور دور سے مشہور شعراء اہل کلام فصاحت و بلاغت کے استاد وہاں آتے وہ کلام پڑھتے اور داد تمہین دیتے۔

اے اہل مکہ تمہارے پاس بھی تو میران رکھی ہوئی ہے اس سے تم عکاظ کے میلے کے بین الاقوامی سالانہ مشاعروں میں اول آنے والے کلام کا سونے کے حروفوں میں تول تول کر وزن کر کے اس شاعر کو انعام دیتے رہتے جو یہی طریقہ انعام و اکرام دینے کا ہم نے بھی تمہارے اعمال کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ جس کا عمل نیک ہوگا۔ مستحق اور صلح ہوگا اس کو سونے چاندی کے مکانوں میں جنت میں ہم رکھیں گے۔ جس کے اعمال خراب اور برے گنہگاروں کے ہوں گے ان کو ہم دوزخ کی آگ میں ڈالیں گے یہ تمہارے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے جو ہمارا رسول تم کو قرآن سے سناتا رہتا ہے۔

اللہ کا کلام عام فصیح عربی زبان میں نہایت آسان اور سیدھا سادھا اور عام سمجھنے والے الفاظ محاوروں اور مقولوں میں دلچسپ خطابت کے انداز میں تم کو سنایا جا رہا ہے اگر تم قبول کر لو یہ کلام اللہ تو پھر تمہاری یہ دنیا بھی سدھم جائیگی اور تمہاری آخرت کی زندگی جو تمہاری موت کے بعد ملنے والی ہے اس کا یقین کرو وہ بھی سدھم جائیگی۔

یہ صرف ایک کلمہ ہے کلمۃ اللہ اگر تم اس کو سمجھ لو اور اس کو اختیار کر لو تو پھر سارا جزیرہ نما عرب تمہارے حوالے کر دیا جائیگا اور سب قومیں تمہاری پیروی کرنے لگیں گی۔

اللہ کے رسول کا پہلا کام لوگوں کے خیالات کو بدلنا اور ان کے عقیدے کو پاک و

صاف کرنا اور ان کا تعلق ان کے مالک پیدا کر نیوالے پانے پرورش کر نیوالے الرحمن الرحیم سے قریب تر کرنا تھا۔ اللہ کے رسول نے سیرہ سالہ کی زندگی میں قریش اور اہل مکہ کو صرف تین باتیں سمجھائیں اور سکھائیں۔

۱- پاک صاف عقیدہ ایمان بالغیب اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین کرنا۔

۲- پاک صاف ستھری زندگی کا طریقہ سکھایا جو گھر کے اندر بھی وہی پاک صاف کاروبار دنیا اور معاملات تجارت میں پاک صاف طریقہ اور بہترین اخلاق کا نمونہ عملی شکل میں ایسی زندگی سے پیش کیا ہے۔

۳- تیسری اہم بات نفسانی خرافات نفس انسانی کی اصلاح اور اس کو قابو کرنے کا طریقہ یہی وہ تین بنیادی باتیں ہیں جس سے ایک بہترین مستی نیک پرہیزگار انسان اور ایک بہترین پرسکون گھر اور گھر مملو عائلی تعلقات کے حقوق و فرائض اور ایک بہترین معاشرہ کی بنیاد قائم ہوگی یہی انفرادی اصلاح ایک اسلامی اجتماعی سوسائٹی کی بنیاد قائم کرے گی۔

قرآن کی ابتدائی نازل ہونیوالی سورتیں بہت مختصر چھوٹی چھوٹی آیات میں ہیں۔ جس میں خدا کی ذات و صفات اسلام آنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے قرآن کی ایک چھوٹی سی سورت تین آیات والی انا اعطینک الکوز والی لکھ کر خانہ کعبہ کی دیوار پر لٹکا دی تھی۔ دارالندوہ والوں میں کھلبلی مچ گئی کہ یہ کون سا اور کس کا کلام ہے بار بار پڑھتے کلام کی تعریف کرتے اور اپنا سر دھندلتے۔ لکھنے والا نظر نہیں آیا۔ سب ہی محمد والے حیران و پریشان تھے۔ کسی سے اس کا جواب نہیں بن سکتا تھا۔ نہایت مختصر اثر آفرین۔ فصاحت و بلاغت کا انمول نمونہ شاعری کے اوصاف و کمالات کا مجموعہ اہل زبان قریش میں کا دور دور تک کوئی ثانی نظر نہیں آتا تھا۔ حیرت زدہ اور پشیمان تھے۔ دارالندوہ کی مجلس نے طے کیا کہ اس وقت کے باکمال استاد فن مشہور شاعر عرب ابوالعلا معمری موجود تھے ان کو بلایا گیا۔ انہوں نے وہ کلام پڑھا۔ بار بار پڑھا اس کے نیچے اپنے قلم سے لکھا۔ ماکان خذا کوم البشر۔ ترجمہ یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہو سکتی اور نہ یہ اس کا کلام ہو سکتا ہے۔ کوئی فرزند قریش دنیا میں ایسا کلام کہہ نہیں سکتا ہے۔

خانہ کعبہ جو ابراہیم علیہ السلام اور اسمعیل علیہ السلام نے مرکز عبادت تعمیر کیا تو اسکی عقیدت پاکیزگی صفائی و ستھرائی کا وعدہ معماران حرم سے اس وقت لیا گیا تھا جب وہ اسکی بنیادیں کھڑی کر رہے تھے۔ عقیدہ کی پاکیزگی۔ ستھرائی۔ صفائی بنیاد ہے۔ دین اسلام کی اور اس گھر کی

جہاں اللہ کی عبادت ہوگی عرب قوم اس عقیدے کی وارث بنانی گئی اس وقت سے اور روز قیامت تک یہی وراثت اس قوم عرب کی میراث رہے گی۔ اسی قوم کو ناکا گیا۔ اسی کی زبان میں عقیدہ اتارا گیا اور قرآن کا نزول ہوا۔ اسکی حفاظت کا وعدہ بھی فرمایا گیا۔

عقیدہ کی تبدیلی ایک اجتماعی انقلاب عظیم تھا۔ اسلام نے شرک سے ان کو نجات دلایا۔ عربوں کا ذہن شرک سے بتوں کی نجاست سے خالی ہوا اور ساری قوم لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر ایمان لے آئی۔ اس کلمہ حق نے ان کے ذہن ان کے قلب و نظر کو یکسر بدل دیا۔ اب ان کے سامنے ان کا خدا تھا جو ان کو دیکھتا اور ان کو سنتا تھا۔ ان کے ساتھ ہر وقت ہوتا تھا۔ ان کی تمام تر عقیدت محبت ان کے بنانے والے پیدا کر نیوالے ان کی پرورش کر نیوالے کے لئے تھی۔

کعبۃ اللہ کی مستطیل چار دیواری کو نظر میں لاؤ تو اس کے چاروں طرف خدا کے انوار کے جلوئے نظر آئیں گے۔ بصارت اور بصیرت کے یہ وہ مقامات ہیں جو قدم قدم پر چومنے کے لائق ہیں۔ مستطیل عمارت کے ایک حصہ میں حجر اسود سے تو اس کے بالکل چمچے کی طرف حطیم کا گول دائرہ والا حصہ مخروطی دل کی وضع میں مخصوص کر دیا گیا ہے یہ قلب کعبہ ہے مومن کے قلب کے مشابہ اس لئے اس پوری عمارت کو کعبہ کہا گیا۔ عربی لغت میں اس عمارت کو کعبہ کہا جاتا ہے جو مستطیل اور مدور ہوا انسان کی ہیئت ترکیبی ایک مستطیل شکل میں ہے اور اندر سے مدور مومن کا دل خانہ کعبہ ہے اور خانہ کعبہ مومن کا دل ہے اللہ دل کے اندر ہوتا ہے دل کے باہر مظاہر قدرت تعوی اور ایمان یقین صلح۔ اس جگہ بیٹھ جاؤ یکسوئی اور تنہائی میں خدا نظر آئے گا خدا کی معرفت حاصل ہوگی۔ ایمان اور یقین کی حیرت انگیز کیفیت کا مکاشفہ ہونے لگتا ہے۔ عجیب عجیب پیغامات دل کے اندر سے وصول کرتا رہتا ہے گویا ایک ٹرانسمیشن اندر لگا ہوا ہے پیغامات آرہے ہیں اور جارہے ہیں۔

انسان دیکھنے میں تو ناپاک ہے اس کے اندر جو کچھ بھرا ہوا رہتا ہے غلاظت گندگی ہے۔ اسکی حقیقت ایک گندہ پانی بوند سے ہے۔ قرآن کا حکم ہے کہ جس ناپاک لوگ کعبہ کے حدود و میقات میں قدم نہ رکھیں ہاں جو ایمان لائے اللہ پر بالغیب عقیدہ آخرت کا یقین محکم رکھا نماز و زکوٰۃ کے پابند رہے وہ پاک صاف سبزہ مطہر ہیں اس گھر میں آسکتے ہیں اس کا طواف کر سکتے ہیں۔ اللہ کی رحمتیں اس گھر پر جو اس گھر کا طواف کر نیوالوں کو اپنی رحمت اور مغفرت بخشیں سمیٹ لیتی ہے اسلئے کہ تم مومن ہو۔ تمہارے دل میں اللہ کا ایمان بالغیب

نورِ مبین کی روشنی ہدایت ہے کعبہ کی اتنی اہمیت نہیں جتنی ایک مومن کی ہے قرآن کا ارشاد ہے۔ **وَآتَمَّ لَاعْلُونَ اِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ** ۵ مومن کا مقام کعبہ سے بھی بلند ہے۔ اس کعبہ کو ڈھائیے بت خانہ توڑیے دل کو نہ توڑیے یہ خدا کا مقام ہے۔

کعبہ کی وادی سے کچھ دور ایک غارِ حرا کے نام کا ہے۔ رسولِ خدا جب بھی بے چین بے آرام ہوتے اس غار کے اندر یکسوئی اور تنہائی میں وقت گزار کر چلے آتے تھے۔ اس طرح جاتے جاتے پانچواں سال تمامہ رمضان کے آخری دن تھے ایک رات وہ وہاں سوئے ہوئے تھے۔ آخری پہر تعارفات کا عجیب و غریب خواب دیکھا کہ کوئی وہاں آیا ہے ان کو اپنے ہاتھ کی ایک دستاویز کسی کپڑے میں لپیٹ کر دی اور کہا کہ اسکو پڑھو۔

اللہ کے رسول نے کہا۔ میں پڑھا ہوا تو نہیں ہوں پڑھ نہیں سکتا اجنبی نے کہا مجھے یہ پیغام دیا گیا ہے کہ آپ تک پہنچا دوں آپ اس کو پڑھیں۔

اللہ کے رسول نے پھر وہی کہا کہ میں پڑھ نہیں سکتا پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اجنبی نے انہیں اپنے سینے سے بھینچ کر لگایا اور چھوڑ دیا کہا اب پڑھو۔ اللہ کے رسول نے کہا میں پڑھ نہیں سکتا۔

اللہ کے فرشتے نے آپ کو پڑھ کر وہ کلامِ پہلی وحی کا سنایا۔ آپ نے اسکو یاد کر لیا۔ قرآن کی سورہ علق ۹۶ کی ابتدائی پانچ آیات۔ **اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ** سے شروع ہوتی ہیں۔ پیر ۱۷ رمضان ۲۷۱ ۱۳ قبل ہجرت مطابق ۲۲ دسمبر ۶۰۹ عیسوی کی تاریخ ایک ان پڑھ دیانت دار مکہ کے تاجر کو اللہ تعالیٰ نے علم و فضل و رحمت و کرم کا پیغمبر بنا کر **رَحْمَتٍ لِّلْعَالَمِينَ** بنا دیا۔

یہ تحریر اور قلم کی ترقی کا راز اس انسان کے علم و حکمت میں رکھ دیا گیا ہے۔ جو ہر تہذیب اور تمدن میں تحریر سے قلم سے فیض پاتا رہیگا۔

فرشتے نے آپ کو خواب ہی خواب کی کیفیت میں ایک چشمے پر لے گیا وہاں وضو سکھایا اور وضو کرایا۔ نماز دور کعت پڑھا کر سکھائی کہ اللہ کی بندگی کا طریقہ تہذیب ہے صفائی کے ساتھ اسکو کرتے رہنا۔ فرشتہ یہ کہہ کر چلا گیا۔

اللہ کے بننے والے رسول کی آنکھ کھلی خواب سے گھبرا کر اٹھے ادھر ادھر دیکھا۔ کچھ نہ تھا اور گھبرا لے ڈر گئے کہ یہ اچانک سب کچھ کیا ہوا ہے فوراً غارِ حرا سے نکلے۔ گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ دسمبر کی سرد ترین راتیں تھیں اور چہرے پر پسینہ آیا ہوا تھا تیز تیز قدموں

سنت گھبر کے دروازے پر پہنچے۔ صبح سوڑے بیوی خدیجہ علیہ رحمۃ نے گھبرا کر دروازہ کھولا۔ رات پہنچی کچھ نہ بتایا۔ کہنے لگے پہلے مجھے تم چادر اڑھا دو۔ سنت سردی لگی ہے مجھے کسی آسب نے گھیر لیا ہے۔

جب کچھ دیر بعد اوسان درست ہوئے گھبراہٹ کم ہوئی تو سارا ماجرا کچھ سنایا۔ اپنا خوف بھی کہہ دیا کہ کسی کاہن نے جادو کرنے مجھ پر جادو کر دیا ہے۔ لیکن مجھے ان میں نہ شامل کر لینا جس سے مجھے سخت نفرت ہے۔ پریشانی ہے۔

قدیس فوق قدیس۔ آج جو کچھ وادی بظحا کے پہاڑ جبل حرا پر ہوا وہی وادی سینانی کے جبل نور پر حضرت موسیٰ کے ساتھ ہوا تھا۔ وہ ہزاروں برس پہلے حضرت موسیٰ کے ساتھ ہو چکا تھا۔ آج اس راستے کی نشاندہی کر دی گئی جس راستے کی طرف ان کو اور ان کی پوری قوم عرب کو اس طرف جانا اور لے جانا تھا۔ ایمان بالغیب۔ اور غیر اللہ کو شکر دینا تھا۔ کمزوروں ناداروں بے سہارا لوگوں کی مدد کرنا تھا۔ (یہ ہے اقبال تاریخ ابن اسحق سے جو الوثائق الیاتیہ سے لیا گیا) اس واقعہ کے تین سال بعد دوسری وحی اللہ نازل ہوئی۔ جسمیں وضو۔ طہارت اور دو وقت کی نماز کا حکم سنایا گیا (سورہ المدثر نمبر ۹۳ آیت ۱ سے ۱۱) یہ انسانی زندگی کا ہمہ گیر انقلاب تھا جس کے لئے ۲۳ سال کی مدت ناکافی تھی۔

یہ واقعہ ۶۰۹ عیسوی کا ہے۔ ۲۳ سال یعنی ۶۳۲ عیسوی تک اللہ کے رسول پر وحی کا نزول وقفہ وقفہ سے مسلسل ہوتا رہا اور اللہ کے رسول نے سب کچھ حافظہ میں رکھا لکھوا کر تحریری صورت میں اپنی زوجہ حضرت حفصہ کے پاس محفوظ کرایا پھر اسکی ترتیب بتادی اسکو اسی ترتیب سے ماہ رمضان میں سنایا اور صحابہ کو قرآن پڑھتے رہنے کی نصیحت کرتے تھے اور صحابہ رسول اللہ نے دن رات اپنا معمول بنالیا تھا کہ صبح فجر کے وقت یا اس سے پہلے قرآن کی تلاوت اور قرأت کرتے اسطرح ایک ہفتہ میں پورا قرآن ختم کرتے تھے بعد میں اسی ترتیب سے قرآن کی سات سنزلیں مقرر ہوئیں اور ایک قرآن ایک ہفتہ میں پورا کرنے کا معمول بن گیا۔

لوح محفوظ کی امانت۔

اس زندگی کا سب سے بڑا خزانہ اللہ کے پاس ہے اللہ سے اس کائنات کا ذرہ ذرہ بھیک مانگ رہا ہے انسانی فلاح و سعادت کا انحصار تزکیہ دل اور ذہن پر ہے۔ وہ ایک مبارک

رات تھی جب پلّہ اعلیٰ سے سنایا گیا۔ "کل امر من عندنا" (دخان) وہ فیصلہ کن رات تھی۔ برسوں کی جہالت گمراہی کے اندھیرے کو روشن اور تابناک بنانے والی رات مبارک کہ اس رات آسمان کے کناروں اور شکافوں اور سلوٹوں سے، سینکڑوں حجابات، انقلابات، مخفی پردے، اسرار اور رموز کے راز کھولے جا رہے تھے۔ سارے پردے اٹھانے جا رہے تھے۔ پرانا نظام رخصت ہونیوالا تھا اور نیا نظام۔ نیو آرڈر اس ساری کائنات کو دیا جانیوالا تھا۔

اس کتاب کو آسمانوں سے زمین پر اتارنے کا فیصلہ اللہ نے ایک مبارک رات کیا اس کا ذکر قرآن مجید کی ۳۳ ویں سورت حم الدخان کی ابتدائی آیات میں اس طرح ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلٍ الْبَارِكَةِ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ (۲) فَيُفَرِّقُ كُلَّ أُمَّةٍ فِي رِجْلٍ أُمَّةٍ مِّنْهُمْ لِيَدْرِيَ لَيْلَةَ الْبَارِكَةِ (۳) إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ (۵)

یہ کتاب ایک امانت کے طور پر لوح محفوظ سے چوتھے آسمان پر اس مبارک رات اتاری گئی اور اسکی تزیین آہستہ آہستہ وقفہ وقفہ سے ۲۳ برسوں میں مکہ اور مدینہ میں مکمل کی گئی ابھی یہ فیصلہ کرنا باقی تھا کہ کس پر یہ امانت اتاری جائیگی کائنات کی نباتات، جمادات، حیوانات اور دیگر مخلوقات سب نے دل کر اپنی عاجزی دہاندگی کا اظہار کر دیا تھا کہ یہ بار امانت ان سے اٹھانی نہ جا سکے گی۔

سب سے پہلا تجربہ زبور کے اتارے جانے وقت حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے کیا گیا اور فرمایا گیا: وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مَنَاقِبًا فَاذْكُرْهَا لِيَلْذَكِّرَ (سورہ سبا ۳۳- آیت ۱۰)

یہ اللہ کا فضل و کرم تھا اس وقت کہ بجائے پوری امانت اتارنے کے چند مناجات ذکر اور تسبیح کے کلمات قرآن مجید سے اتارے اور معذوری عاجزی کر نیوالی ساری مخلوقات کو پابند کیا گیا کہ داؤد کی مناجات میں شریک ہو جاؤ اور داؤد کی خوش الحانی میں شامل ہو کر اپنی اپنی مناجات اپنی اپنی زبانوں میں صبح و شام کیا کرو۔ اللہ سب کی مناجات ذکر و تسبیح حمد و ثنا سب سنتا ہے وہ علیم و خبیر ہے۔

دوسرا تجربہ امانت اتارنے کا اس وقت ہوا جب حضرت موسیٰ پر تورات کا نزول ہوا تو چالیس دن کے چلے کی شرط لازمی رکھی گئی تھی۔ اگر وہ چلہ پورا کریں تو تورت عطا کی جائیگی۔ (سورہ اعراف ساتویں سورت کی آیت ۱۴۲-۱۴۳)

وَوَعَدْنَا مُوسَىٰ ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَأَتَمَّمْنَا بَعِيرًا فَمَسَّ بِمَيْمَنَاتِ رَبِّهِ الْبَعِيثَ لَيْلَةً..... فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْبَعْلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (۱۴۲) وَكُنْتُمْ فِي

الْاَلْوَابِحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلاً لِكُلِّ شَيْءٍ..... (۱۳۵)

یہ قرآن کے نزول کا آخری تجربہ تھا جو بڑے غور کے بعد فیصلہ ہوا تھا۔ سورہ دخان کی ابتدائی آیات میں اس کا ذکر فرمایا گیا اور فیصلے کے مطابق اس مبارک رات کا انتظار تھا جو چالیس عبادت کی راتوں کے بعد آنیوالی تھی لیلۃ القدر اس مقصد کے لئے شق صدر کے دو مرحلے پچھن ہی میں گذر چکے تھے۔ اللہ کے رسول کا قلب اطہر صاف شفاف بارمانت کا متحمل بنایا گیا تھا کہ اترنیوالی امانت ان کے قلب اطہر پر تصور ہی تصور ہی کر کے نازل ہوتی رہے تاکہ اس کا بوجھ وہ سہار کے اس کی حدت شدت جلال و جمال سب کچھ اس کے برداشت کے قابل بنایا جاسکے۔

وہ ۲۷ ویں شب ماہ رمضان کی تاریخ ہے اس سے قبل ماہ شعبان کی چودھویں شب سے لیلۃ القدر کی رات کا وقفہ چالیس دن کا ایک چلہ پورا کرتا ہے۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ لَيْلَةَ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ الْفِ شَعْرِ.....

اللہ تعالیٰ کا معتمد فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اللہ کی وحی لے کر آسمانوں سے زمین پر اتارا گیا کہ کتاب اور دین اللہ کے رسول کے قلب اطہر پر پہنچائے۔ ۳۲ ویں سورت اشوریٰ کی آخری آیات ۵۲ میں اس کا حوالہ ہے اس سے پہلے اللہ کا رسول نہیں جانتا تھا کہ دین کیا ہے اسلام کیا ہے کتاب الفرقان کیا ہے صراط مستقیم کیا ہے یہ غیب کا کلام ہے۔ غیب کی باتیں ہیں جو قرآن سناتا ہے اسکی رحمت قدرت کے سب کام ہیں۔ اس سے پہلے کی سورت ۴۴ حسم سجدہ کی آخری آیت میں فرمایا گیا۔ "سُرِّيْمُ اَيْتَانِي الْاَفَاقِ وَالْاَنْفُسِ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهْمُ اِنَّهُ الْكَلِمُ....." یہ قرآن خدا کی نشانی بن کر لوگوں کے قلب و ذہن میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ سارے جہانوں کے لوگوں کے لئے ہدایت اور نصیحت کا پیغام بنا کر بھیجا گیا کہ سب صراط مستقیم پر چلیں دنیا میں امن و سکون کی زندگی گذاریں۔

یہ تھا قرآن کی امانت کا قلب اطہر محمد الرسول اللہ پر نزول جو ایک امانت مقدس لوح محفوظ کا حامل بنایا گیا تھا۔ اسکی تصدیق قرآن کی ۳۳ ویں سورت احزاب کی آخری آیت ۷۲ اس طرح کرتی ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَلَانَتَ عَلٰی السَّمَوَاتِ اُولَِّ الضُّ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اِنْ مَحْمِلُنَا.....
وَاشْفَقْنَا سَمًا وَمَحْمِلًا الْاِنْسَانَ اِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا

ہم نے اپنی لوح محفوظ کی امانت جب اس کائنات ارضی پر بھیجنے کا ارادہ کیا تو زمین اور آسمان لرز گئے لکپکانے لگے اور اپنی عاجزی معذرت پیش کر دی۔ مگر انسان نے آگے بڑھ کر

اس امانت کے بوجھ کو اٹھالیا تھانا ظالم اور جاہل کہیں کا فَاذَرْنَا عَلَىٰ قَلْبِكَ يَا ذَا الَّذِي مَصَّدَقَالِيَا
بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

حضرت جبریل نے قرآن کی آیات محمد صلعم کے قلبِ اظہر پر پہنچایا ہے جو تصدیق کرتی ہے پچھلی الہامی کتابوں کی اور ایمان لانے والوں کو خدا سے ملانے کی بشارت دیتی ہے۔

قلبِ انسان اللہ کے اختیار میں ہے اللہ چاہے تو ہدایت کیلئے کھول دے۔ اللہ چاہے تو اس پر مہر لگا کر بند کر دے۔ (سورہ اشوری ۳۲ آیت ۲۴)

قلبِ مؤمن بہ سبطِ جبریل امین کا محلِ صادق بنا۔ قلبِ مؤمن اس کائناتِ ساری میں بڑا امانت دار۔ مضبوط اور مستحکم اور مستدین بنایا گیا جو آسمانوں کی امانت کو سہار گیا۔ اللہ تعالیٰ نے تھوڑا تھوڑا کر کے چھوٹی چھوٹی آیات میں وقفہ وقفہ سے اپنی امانت قلبِ مؤمن پر وحی کے ذریعہ کل ۲۳ سالوں کے عرصہ میں مکمل کی۔ یہ اس خدا کی طرف سے تھا۔
کل امر حکیم ۝ امر امین عندنا ۝ کی تفسیر یہ امانت تھی۔

آدم بھی تو جنت میں تخلیق ہوا تھا اور وہی آسمانوں کی امانت کے بار اٹھانے کے لئے مستحق بھی تھا اللہ کا وعدہ ہے کہ اگر اولادِ آدم سے جو کوئی اس بار امانت کا حق پورا پورا خلوص کے ساتھ ادا کریگا وہ آدم کی میراثِ جنت کا وارث بنایا جائیگا۔ جنت کے باغوں میں پہنچایا جائیگا۔ جہاں ابدی راحت چین کی نعمتوں برکتوں رحمتوں والی زندگی عطا ہوگی۔

شیطان کبھی نہیں چاہے گا کہ آدم کی اولاد دوبارہ جنت الفردوس کی وارث ہو سکے اس لئے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کے لئے اپنی زندگی کی ضمانت چاہی ہے کہ وہ اولادِ آدم کو صراطِ مستقیم سے بھٹاتا رہیگا۔ اللہ نے اسکو ضمانت پر رہا کیا اور یقین دلایا کہ اللہ کے مخلص نیک سستی بندے ہرگز شیطان کے بہکاوے میں نہیں آئیوالے اگر کوئی جو شیطان کے وسوسے بہکاوے میں آگیا وہ بھی شیطانوں کے ساتھ دوزخ کی آگ میں ڈالا جائیگا۔

م اور ثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا منکم ظالم لنفسہ.....
ہم نے وارث کیا کتاب کے لئے ان لوگوں کو جنہیں جن لیا گیا نیک بندوں میں صلح مستحق لوگوں میں پھر کوئی ان میں برا کام کرتا ہے۔

وَمِنْكُمْ مَّقْتَدُونَ مِمَّنْ سَابِقَ بِالْخَيْرَاتِ يَا ذَا الَّذِي هُوَ لَفْضِ الْكَبِيرِ (۳۲) سورہ فاطر ۳۵
وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور جو درمیانی جاہل چلتا ہے اور جو نیکیوں میں سب سے آگے بڑھ چڑھ کر جتنا لیتا ہے تو یہ اللہ کی مرضی کے مطابق کام کر نیوالا ہے اس پر اللہ کا فضل و کرم

زیادہ ہوتا۔ آخرت میں سب کے درجے الگ الگ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید مسلمانوں کے پاس اللہ کی امانت ہے اور ہم کو اس امانت کے لئے متحق بنانا اور لمانت کے تقاضے پورا کرنا ہے۔ اللہ نے ہم سے عہد باندھا ہے اپنا ہاتھ نبی کے ہاتھ پر رکھ سب نے بیعت لی ہے کہ بندہ مومن اللہ کے رسول کا وفادار اور اسکی اطاعت اس کے احکام کی پیروی میں زندگی بسر کریگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر تم اپنے عہد امانت پر قائم رہو گے تو وہ بھی تمہارے ساتھ ہوگا۔ انی تمکنا اسخ واری (طہ) میں تم دونوں کو دیکھتا اور سنتا رہتا ہوں۔ یہ بات تو موسیٰ و ہارون سے بھی گئی تھی لیکن رسول اللہ صلعم سے سورہ طور کی آیت ۳۸ میں فرمایا:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا (۳۸) اے حبیب اپنے رب کے حکم پر ڈٹ جاؤ اور صبر کئے ہوئے صبر سے برداشت کرتے رہو تم کو ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں کوئی تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ وَصَوِّعُكُمْ أَيُّنَ مَا كُنْتُمْ (الحجید) وہ تو ہر وقت تمہارے ساتھ ساتھ رہتا ہے جہاں کہیں بھی تم ہوتے ہو۔

معلوم ہوا کہ قرآن کے بار لمانت کی کامیابی کا راز صرف تین چیزوں پر ہے۔ ۱۔ اطاعتِ الٰہی (۲) ایمان بالغیب (۳) ضبطِ نفس۔ اس کے بغیر نیابتِ الٰہی کا فریضہ ادا نہیں ہو سکتا۔

۱۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول بنیاد ہے دین کی۔ (۲) ضبطِ نفس میں حکم ہوا کہ "یا ایہا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوة" انسان کا قول اور فعل خدا کی مرضی اور منشاء اسکی رضا کے لئے ہونا چاہیے۔ ایسے کہ ہر انسان کو مرنے کے بعد خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا اور اس کے آگے پیش ہونا ہے۔

یہ کتاب دنیا کی مختلف کتابوں سے بالکل مختلف اور انوکھی خدا کی طرف سے ایک معجزہ بنا کر اتاری گئی ہے اس کا انداز بیان۔ اس کا اسلوب۔ طرز استدلال۔ سورتوں کی ترتیب مسلل مضامین اور موضوعات کے ساتھ علم و حکمت دانائی ہدایت نصیحت کی بے مثال کتاب ہے۔ اس کے روزانہ پڑھنے رہنے سے سمجھ میں آتی جاتی ہے۔ کوئی مسلم کوئی استاد اسکو پڑھا کر نہیں سکا سکتا۔ آیات چھوٹی چھوٹی کبھی مسلسل کبھی بے ترتیب ذہن کو ادھر ادھر کرتی ہے چونکہ یہ عربوں کے لئے ان کی لہسی زبان میں آئی ہے اس لئے علم کے عمیر عربی دانوں کے لئے اس کے انداز بیان سے کم آشنائی رہتی ہے اسجمل کی دنیاوی

علوم کی کتابیں پڑھتے ہوئے ہمارے خیالات ایک تسلسل چاہتے ہیں جبکہ قرآن میں حوالے، تلمیحات اشارے، مُشابہات، حکمتا طے محلے آنے ہیں۔ مشکلات قرآن پڑھنے والے جانتے ہیں اسلئے قرآن پڑھنے میں دلچسپی اور رغبت کھم ہوتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ قرآن کا پس منظر کتاب کی نوعیت اور ترتیب کا پہلے سے احاطہ ہو جائے تو پھر سورتوں کا قرآنی ترتیب سے سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ قرآن کا نزول رحمت باری تعالیٰ ہے پڑھنے کے لئے شفاءِ صحت سکون و سلامتی ہے وَنُنزِلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ۔۔۔۔۔۔ (۱۷ اور: سورت بنی اسرائیل کی آیت ۸۳)

قرآن کا پیغام

ذَٰلِكَ الْكِتَابُ الَّذِي نَزَّلْنَا بِوَحْيٍ مُّبِينٍ حَنِيفٌ اِبْرَاهِيمَ الَّذِي نَزَّلْنَا بِهِ الْوَحْيَ وَرُوِيَ فِي الْاِنْجِيلِ فِي الْاِنْجِيلِ وَرُوِيَ فِي الْاِنْجِيلِ فِي الْاِنْجِيلِ
 ماثم شروع ہوئی اور دنیا میں پھیلی۔ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا یہ پیغام لے کر بابل و نینوا۔ دجلہ و فرات کی آبادیوں میں سنایا گیا جو ایک خدا کی توحید اور بندگی کا پیغام تھا۔ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنزِلَ عَلٰى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعٖلَ وَاِسْحٰقَ وَيٰعْقُوبَ وَلَا الْاَسْبَاطَ (سورہ الانعام آیت ۷۸)

یہ سارا پیغام بنی نوع انسان کو شروع سے سنایا گیا کہ چاہو تو تم اسکو قبول کرو اور اس پر عمل کرو اور چاہو تو اس سے بے خبر اور انجان بن جاؤ۔ انکار کرو۔

خدا کا ایک ہی پیغام ہے جو تمہارا خالق۔ تمہارا رب تمہارا مالک اور اللہ ہے۔
 اس دنیا میں ایک ہی قانون اطاعت اور بندگی انسانوں کے لئے ٹہرایا گیا جو سیدھا راستہ ہے۔ کائنات کی ہر چیز ذرہ ذرہ اللہ کی عبادت۔ بندگی۔ ذکر حمد و ثنا میں صبح و شام مصروف رہتی ہے۔ حتیٰ کہ سورج کا عکس عمارتوں، پہاڑوں، درختوں کے سائے تک صبح و شام اللہ کی بندگی کے سجدے کرتے رہتے ہیں۔ ایک لمحہ بھی اس کی بندگی ذکر و فکر سے غافل نہیں ہوتے۔

لٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
 آجاؤ دین کے صحیح طریقے بندگی و اطاعت پر۔
 بات صرف رہنمائی کی ہے۔ ہدایت کی توفیق اللہ سے عطا ہونے کی ہے اور یہ ہدایت عام ہے قرآن ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔ کھولو۔ پڑھو۔ غورو فکر کرو۔ سمجھو اور

عمل کرو۔ بات صرف سمجھ میں آنے کی ہے پھر عقل و ہدایت کا راستہ سامنے کھلا ہوا ہے۔
 قرآن کا پیغام ہے علم و یقین۔ یقین اس بات کا کہ اللہ ہمارا خالق اور رب ہے۔ اس
 کائنات کا حقیقی مالک اللہ ہے اسی کی مرضی حکمت سے یہ کائنات چل رہی ہے۔

یہ زندگی ایک امانت ہے اس کے بعد آخرت کی زندگی اصل زندگی ہے جہاں پہلی
 زندگی کے اعمال و افعال کا محاسبہ پوچھ گچھ ہوگی ہر عمل وزن کر کے تول جائیگا اس کا بدلہ جزا و
 سزا آخرت میں دی جائیگی۔ اس کا علم اور یقین دل میں ہونا ضروری ہے۔

علم و یقین اگر بنتے ہو جائے تو ذہن میں دل میں خیالوں میں عقیدہ کام کرنے لگتا ہے۔
 قرآن کا نزول یہی علم لوگوں تک پہنچانا تھا۔ خدا کے رسول کا مقصد اس حکم کی بدولت
 لوگوں میں یقین محکم پیدا کرنا تھا۔ اور اللہ کے رسول نے یہ کام خوبی انجام دیا۔ ایمان و یقین
 کی دولت بہت مختصر عرصہ میں مکہ میں نبی مہتمم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کے اندر پیدا کیا۔ اور تقسیم
 در تقسیم کر کے پھیلادیا تھا۔

اذلک لکتاب وہی کتاب ہے جو مختلف ناموں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور
 انبیاء کے ذریعے ان کے کی قوم کی لوگوں کو سنائے اور توحید اور رسالت پر چلنے کی تعلیم دی
 تھی یہ قرآن ان سب کتابوں کا آخری ایڈیشن ہے اس کے آنے کے بعد پچھلی ساری کتابیں
 منسوخ ہو چکی ہیں۔ یہ کتاب اس کو فرقان بھی کہا گیا جو حق و باطل میں فیصلہ کرنے والی اچھے
 اور برے میں تمیز کرانے والی اللہ رب العزت بڑی شان رحمت والے کی کتاب ہے سارے
 جہاں کے لوگوں کیلئے ہدایت رہنمائی اور خیر کثیر لیکر نازل ہوئی ہے۔ اس پر عمل کرنے
 والے دو قسم کے لوگ ہوں گے ایک تو عام لوگ جنہیں دنیا بھی اور دین بھی ساتھ ساتھ لیکر چلنا
 ہوتا ہے دوسرے وہ لوگ جو مخصوص خدا کے بندے ہوتے ہیں جنہیں دنیا سے بہت تھوڑا
 مطلب ہوتا ہے زیادہ وقت زیادہ توجہ آخرت کی فکر کیلئے ہوتی یہ عبادتِ محسن ہیں۔ ان کی
 روحوں آسمانوں میں محفوظ رہیں گی ان کا آخری مقام جنت الفردوس ہوگا۔

حکم اور حکم ان حروف مقطعات والی سورتیں سب قرآن کی اہمیت اس کی تاثیر اس
 کے اثر کو بیان کرتی ہیں۔ ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور نشانیوں کا ذکر ہے۔ مکہ
 اور مدینہ کے یہودی قبائل جو اہل کتاب تھے ان کی دلیل یہ تھی کہ اگر یہ قرآن بھی اللہ کی
 الہامی کتاب ہے تو پھر اس میں وہ معجزہ اور نشانیاں کیوں نہیں ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو
 دی گئی تھیں اس لئے ہم اس کو خدا کی کتاب نہیں مانتے۔ قرآن کہتا ہے اب وہ زمانہ نہیں

رہا کہ لوگ معجزے اور نشانیاں دیکھیں۔ یہ زمانہ حقیقت کا ہے۔ علم و عرفان کا ہے۔ علم سے ہر چیز کا یقین اور اس پر ایمان لانا ہے اس قرآن میں کوئی معجزہ نہیں آئیں گے۔ قرآن خود ایک بہت بڑا معجزہ اور نشانی ہے۔ اس میں وہ سب کچھ سمو دیا گیا جو علم خضر علیہ السلام اور علم الکتاب حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ سارے علوم کا یہ خزانہ ہے اور بہت بڑا معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔

ہدایت اور رہنمائی

ہدایت کا ملنا یا ہدایت کا نصیب ہوجانا دل سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ اللہ کی توفیق سے ملتی ہے۔ قرآن کی ہدایت اور نصیحت عام ہے جو کوئی بھی نرم دل رکھے گا اللہ سے ڈرنیوالا مستحق نیک صلح بندہ ہوگا۔ قرآن کی ہدایت اور نصیحت اسکو فائدہ پہنچائیں گی۔ قرآن کی ہدایت کے لئے ذہن صاف شفاف پاک سحرے ہونے چاہئیں۔ شک و شبہ سے آزاد اپنے خالق اور رب کے ماتھے والے ہوں جو ہے مگر نظر نہیں آتا۔ غائب رہتا ہے ہر وقت ہمارے ساتھ موجود ہوتا ہے انی معکم السمیع واری بیدشک ہر وقت تمہارے ساتھ رہتا ہوں۔ تم کو سنتا رہتا ہوں اور دیکھتا رہتا ہوں۔

یہ بات ایمان اور یقین کی ہے اور اس کا تعلق دل سے ہے جب ذہن میں کوئی بات سیا جاتی ہے تو دل میں اثر کرتی ہے اور پھر عزم و ارادہ۔ پختہ ہوجاتا ہے اور یہی عزم عمل کا محرک بنتا ہے۔ جب دل کی رضامندی شامل ہو تو عقل کام نہیں کرتی جسم کے اعضاء و جوارح دل کا ساتھ دینے لگتے ہیں اسکی عقل فکر و فہم کو اسی رنگ میں رنگ لیتے ہیں جیسا کہ سورہ البقرہ کی آیت ۱۳۶-۱۳۷ صَبَّحَهُ اللّٰهُ وَمِنْ اَحْسَنِ مَسْرٰتِ اللّٰهِ صَبَّغُوْهُمْنَ لَهٗ عَابِدُوْا ۝۱۳۶ قرآن نے اپنے حبیب کو بار بار ہدایت کی کہ تبلیغ و رسالت کا کام نرمی، شفقت اور محبت سے خوش خلقی مروّت سے دلوں پر قبضہ جماؤ۔ دماغوں کو نہیں دلوں کو متاثر کرو۔ دماغ تو منطقی۔ دلائل بحث نکرار شک و شبہ پیدا کریگا۔ ایمان کے لئے قبولیت حق کے لئے یقین کا ہونا دل کا راعب ہونا اہم ہے نہ کہ کسی عقلی تدبیر اور ترکیب کا استعمال۔

انسانی فطرت دل کے تابع ہوتی ہے۔ بے اختیار دلوں پر قبضہ جمالیتی ہے۔ کھانے میں لذت اور ذائقہ ہو۔ خوشبو ہو تو بے اختیار دل رغبت کرتا ہے کھانے کے لئے جی چاہتا اور

زیادہ کھایا جائے۔ ڈاکٹر منع کرتا ہے کھانے کو مگر جی چاہتا ہے کھانے کو۔ حُسن و جمال خوبصورت چیز۔ حُسنِ نظارے اور منظرِ دل کو کشید کر کے اس طرف کھینچ لیجاتے ہیں جی بے اختیار اسکو بار بار دیکھنے کی خواہش کرتا ہے۔ آدمی چلتے چلتے رک جاتا ہے۔ پھر جاتا ہے۔ پیچھے پلٹ پلٹ کر دیکھتا رہتا ہے۔ اس وقت داغ ہوش و حواس نہیں صرف دل اور جی کی خواہش کام کرتی رہتی ہے۔ یہ فطرتِ انسانی ہے دلوں کو دل سے راہ ہوتی ہے دلوں کو گویہ بنا لیتی ہے۔ عقل کی طرف ہر وقت رہنمائی چاہتی ہے تاکہ عرفانِ الہی حاصل ہو۔ خدا کی معرفت ملے۔ دینِ اسلام کی تعلیم و تربیت کا سہارا ہو اسی لئے قرآن کی سب سے پہلی سورت فاتحہ الکتاب میں دعا کا طریقہ سکھایا گیا کہ معرفتِ خدا کی معرفت تو فیتہ لور دعا سے ملے گی۔ علم سے کوشش سے عقل سے نہیں ملتی۔

دنیا فریب اور دھوکا ہے۔ متاعِ حیات آزمائش اور امتحان لیتا رہتا ہے۔ قرآن کی تعلیمِ ہدایت اور رہنمائی کے بغیر انسان اندھیروں میں گمراہیوں میں بھٹکتا رہتا ہے۔ اسکی مثال قرآن نے اس طرح دی ہے کہ اندھیری رات ہے۔ بادلِ سیاہ آسمانوں میں چھانے ہوئے ہیں۔ دنیا میں گھمپ اندھیرا تاریکی ہے کچھ نظر نہیں آتا نہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی دے۔ نہ منہ دکھائی دے۔ گھر سے مایوس لور بے بس کیا کریں ایسے میں بجلی کا کوند آسمانوں میں لہراتا ہے چمک ہوتی ہے تو آگے کا راستہ کچھ دکھائی دیتا ہے۔ صرف دو چار قدم ہی چل سکتے ہیں پھر اندھیرا رات کی سیاہی اور گمراہی رہتی ہے۔

۵۔ قرآن کا ذہنی انقلاب۔

کہہ کی تیرہ سالہ زندگی۔ قرآنی آیات کی ۳۵ سورتوں پر محیط ہے جس نے ایک جاہل ابد و حسی قوم کی کایا پلٹ دی ذہنوں میں دلوں میں خیالوں میں وہ انقلابِ ذہنی پیدا کر دیا کہ قرآن کی سب سے پہلی وحی گھر کے باہر سننے والا ایک چالیس برس کا عمر رسیدہ جہاں دیدہ عرب تاجر پہلا مسلمان بن گیا۔ اللہ نے قرآن میں اس شخص کی چالیس سالہ زندگی کو کارآمد بنانے کی تصدیق کر دی۔ یہ تھے غازیار ابو بکر صدیقؓ یہ ابتدا تھی اس سلسلے کی جو دیکھتے ہی دیکھتے ہزار مخالفتوں کے باوجود مکہ میں ایک چھوٹی سی جماعتِ سابقین اللہوں کی پیدا کر دی۔ گھر میں جس نے سب سے پہلے تصدیق کی اور ایمان لائی وہ حضرت بی بی خدیجہؓ۔ آپ

کی بیوی تھیں پھر حضرت علی اور زید بن حارث ہوئے۔ پھر ایک جماعت بن گئی پھر گھر کے باہر کے کل ۷۲ افراد تھے جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کے نام کو سینے سے لگایا۔ اللہ کے رسول کے ساتھی مددگار ہونے پھر ہزاروں ظلم و ستم کے پہاڑ ان پر ٹوٹے انہیں زخم زخم چھلنی کیا۔ نیزوں سے مار مار کر موت کے گھاٹ اتارے مگر زبان سے ایک ہی کلمہ جاری تھا۔ اللہ۔ اللہ احد۔ احد۔ صمد۔ صمد۔ آخر دم تک کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ان کے زبانوں پر تھا۔ اسکو سینے سے لگانے ہونے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ یہ تہا وہ علم و یقین جس کا مظاہرہ تاریخ اسلام نے پہلی وحی سننے کے بعد دنیا کو دکھا دیا۔ یہ علم و یقین کی دولت تھی جس سے سابقون الاولون مالا مال تھے۔ اللہ نے ان کی تعریف کی انہیں جنت کے انعامات کی خوشخبری سنائی ان کے درجے اور مقامات عظیمین میں سجانے کہ یہ اسلام کے پہلے مسلمان سابقون الاولون تھے۔

یہ دین یہ ایمان یہ عزم و ہمت علم و یقین حکم کے بغیر نہیں پیدا ہو سکتا۔ مومن کی زندگی علم و یقین کا محور ہے وہ قوت طاقت ہے جس کا اعلان دنیا میں پہلی بار آشکارا ہوا جب صحرا نے بدر کے ریگ زار میں اللہ کے رسول کا کل سہرا یہ ۳۱۳ صحابی سابقون الاولون کے ساتھ تھے معرکہ بدر درپیش تھا۔ اللہ کے رسول کی دلی دعا یقین کامل کے ساتھ کہہ رہی تھی۔ مولا! میری کل کائنات یہ ۳۱۳ بندے تیرے نام پر قرآن ہو رہے ہیں ان کی لاج رکھنا اگر یہ مٹ گئے تو پھر اس زمین پر تیرا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ کیا یقین تھا اور کیا ایمان تھا جو اللہ نے اس یقین کو محکم کر دیا اور مسلمان فتح مند ہو گئے۔

یہ علم و یقین ایک دولت ہے اللہ کے پیغمبروں نے اپنے ماننے والوں میں پیروی کرنیوالوں میں یہ دولت تقسیم کی۔ جنہیں ملی وہ مالا مال ہو گئے دنیا میں سرفراز اور آخرت میں ان کی زندگی سنور گئی وہ صالحین متقین و مومنین ہیں جنکی تعریف قرآن ہر جگہ کرتا ہے ان سے وعدے کرتا اور ان کو دینا ہی علم و یقین عطا کرتا ہے جس طرح کا علم و یقین وہ اپنے دل میں اللہ کے متعلق اس کے کئے کئے وعدوں پر رکھتے ہیں۔ ان کا ضمیر ان کے اعمال و افعال کی نگرانی کرتا رہتا ہے۔ ان کے غلط کاموں پر بیجا خواہشات نفس پر ٹوکتا رہتا ہے۔ اور آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔ خبردار! ہلاک ہو جاؤ گے تو پھر کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

علم و یقین کی یہ نعمت اور دولت آج بھی عام ہے مگر لینے والا کوئی نہیں۔ علم کم ہے یقین کے چراغ خود ہم نے بھادئیے علم کی خواہش مردہ ہو گئی۔ مسجدوں کے میناروں سے اذاکوں کی آوازیں گونجتی ہیں لیکن ہم سنتے نہیں ہمارے کان ہرے ہو گئے ہیں۔ شہر جاگ

رہے ہیں۔ شور و غل عجاڑے ہر طرف رقصاں ہیں۔ نیند کا وقت جاگنے کو دیدیا گیا۔ اور جاگنے کا وقت نیند کو دیدیا گیا ہے۔ بزرگوں، اربابِ علم و دانش۔ علماء کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ زبانوں پر قفل لگ گئے کوئی کچھ کہنے کو تیار نہیں ہے۔ اللہ کے رسول سے وعدہ تھا کہ ہم گواہ رہیں گے شہادت دیں گے کہ ہم خیر امت میں سے ہیں اور بالعرف و نہی حکمِ اللہ پر قائم رہیں گے۔ ریڈیو سے ٹیلیویژن سے قرأت ہوتی رہتی ہے اور ترجمہ نہیں ہے سنتے نہیں ہاتھ بڑھا کر اس کو بند کر دیتے ہیں جیسے اس سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے اس سے سروکار ہے۔

علم و یقین ایک بہت بڑی طاقت ہے جو اللہ کے رسول نے بہت تھوڑے عرصہ میں لوگوں کے خیال و ذہن میں پیدا کر دی تھی۔ ایسی طاقت جو کوئی حکومت۔ ہزاروں پولیس والے۔ سینکڑوں عدالتوں کے منصف اور جج صاحبان آج تک وہ بات وہ کیفیت نہیں پیدا کر سکے۔ جو ضمیر کی طاقت اندر کی آواز بنے اور علم و یقین کی ایسی قوت بنے جو گناہ سے نفرت۔ بدی برائی سے خود کا احتساب سکھائے۔

اللہ کے رسول مسجد نبوی میں بیٹھے ہیں ایک حاملہ عورت آتی ہے۔ عرض کرتی ہے اللہ کے چیتے پاک رسول مجھے پاک کر دیجئے مجھ سے گناہ کبیرہ ہو چکا ہے میں حمل سے ہوں۔ آپ حضور صلعم اس کی طرف سے رخ پھیر لیتے ہیں۔ وہ عورت دوسری طرف آ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ آپ دوسری طرف منہ پھیر لیتے ہیں۔ صحابہ رسول بھی بیٹھے ہیں یہ تماشا دیکھ رہے ہیں کہ یہ عورت بار بار اصرار کیوں کر رہی ہے اس کو کیا ہو گیا ہے۔ اللہ کے رسول نے فرمایا۔ یہاں سے چلی جا پھر کسی وقت آنا۔ وہ نہیں مانتی۔ بار بار کہتی جاتی ہے۔ اللہ کے رسول مجھے پاک کر دیجئے۔ مجھ سے جموں جو گئی بڑی غلطی ہو گئی ہے۔ بڑی غلطی ہو گئی ہے۔ میرے دل کے اندر پھانس چبھی ہوئی ہے مجھے چین سے بیٹھنے نہیں دیتی اس گناہ سے پاک کر دیجئے۔ اللہ کے رسول نے فرمایا۔ اب چلی جانا۔ بچہ پیدا ہونے تک آ جانا۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد وہ عورت پھر آئی۔ اور اللہ کے رسول کو ان کا وعدہ یاد دلایا۔ آپ نے فرمایا۔ اب چلی جانا بچہ کی مدتِ رضاعت ڈھائی سال ہے ختم ہونے کے بعد آ جانا۔ وہ عورت پھر آئی کچھ عرصے بعد نوموٹو کو گود میں اٹھائے ہوئے اللہ کے رسول کو ان کا وعدہ یاد دلانے کیلئے آئی۔

آپ نے فرمایا ابھی اور انتظار کرو۔ وہ بے چین جسم اور بے چین روح تھوڑے دنوں بعد پھر آئی اور کہنے لگی میرا بچہ اب میرا دودھِ رغبت سے نہیں پی رہا ہے۔ اے اللہ کے رسول مجھے پاک کر دیجئے۔..... (اللہ اکبر)

کیا چیز تھی وہ جو اس عورت کو بار بار عدالتِ مصطفویٰ میں پہنچا کر لاد رہی تھی وہ کیا جذبہ تھا۔ کیا ایمان تھا۔ کس کا خوف اور ڈر تھا۔ جو اس کو بے چین اور بے آرام کر رکھا تھا۔ اللہ کے رسولؐ اس کو درگزر کرنا چاہتے تھے۔ اور وہ عورت خود کو عدالتِ رسولؐ میں بار بار لاکھڑا کر رہی تھی۔

اگر وہ خاموش ہو جاتی اور اپنا یہ واقعہ کسی کو نہ سناتی اور نہ کسی پر ظاہر ہوتا تو یہ گناہ کبیرہ اس کا اس کے خدا کے ساتھ اور اس کا معاملہ اس کے ربِّ غفور الرحیم کے درمیان تھا وہ نادیم تھی اور ضمیرِ صادقِ دل سے توبہ کر لیتی آئندہ ایسا گناہ نہ کرنے کا وعدہ اپنے خدا سے کر لیتی بے شک اللہ اس کا یہ گناہ ضرور مُعاف کر دیتا۔ اللہ تو ٹوٹے ہوئے دلوں کا حال خوب جانتا اور ان کی دعا قبول کرنے والا الرحمان اور رحیم ہے۔

یہ تھی تعلیمِ اللہ کے رسولؐ کی اور تربیتِ سابقون اللہون جو علم اور یقین کی دولت سے مالا مال تھے اللہ کا ڈر اور خوف ان کے دل میں رچ بس گیا تھا۔ وہ عورت کیسے خاموش رہتی اور انجان بن جاتی اس کو اپنی آخرت کا خوف اور ڈر تھا اللہ کی عدالتِ روزِ حساب کا احتساب کا ڈر تھا جو اس کو بے چین کر رہا تھا۔ اللہ کے رسولؐ نے اس سے توبہ کروائی اور اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا سب نے یہ مستظربنی آنکھوں سے دیکھا یہ تھا وہ فیض اور اثرِ تعلیمِ قرآن کا اور تربیتِ رسولؐ کا جو علم و یقینِ آخرت سے معمور اور مالا مال تھا۔ یہ وہ فہمی سرمایا ہے ایسی دولت ہے کہ دنیا کا کوئی ہادی مصلحِ رسیب نہیں سکا سکتا جو اسلام سکاٹا ہے۔

حقیقت دین

دنیا کی تاریخ ادیان و مذہب ہمیں بھی مربوط اور میسوط نہیں ملتی۔ زمانہ ماقبل تاریخ کے حوالوں سے کوئی مستند موزوں ماخذ نہیں دریافت ہوا۔ کہتے ہیں کہ تاریخ لکھنے کی ابتداء ایک مُطلق الحنان بادشاہ حیرودو تھس کے زمانہ سے ہوئی جو زحمہ داستانوں۔ المیہ قصوں۔ سینہ بہ سینہ لوگوں کو سنائیوائے داستانِ گونگِ محو تھی۔ اسلام سے قبل یونانی فلسفہ کا عروج تھا۔ آہیات کی تعلیم دی جاتی تھی۔ لیکن اس میں عبادت کرنے کا کوئی طریقہ نظر نہیں آتا جو انسان کو اس کے خالق اور رب سے ملادے۔

عبادات کی بندگی میں خدا کو سب سے زیادہ محبوب اس کا بندہ ہے۔ فاسخجیہ

وَاسْتَبْتُّ لَكُمْ فَاذْكُرُونِي لَذِكْرِكُمْ ۝ مجھے یاد کرو میں تم کو سنتا ہوں۔ مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کرتا ہوں۔ خدا کی عبادت اور حمد و ثنا کے لئے کیا اس کائنات میں کسی چیز کی کھی تھی ساری کائنات شہر۔ ہر حیوانات چرند پرند سب صبح و شام اللہ کی عبادت و بندگی میں مشغول رہتے ہیں۔ فرشتے آسمانوں میں صف باندھے عرش کے اوپر عرش کے نیچے اللہ کی حمد و ثنا ذکر و تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

دین بنیاد ہے اسلام پرستی اور فکر و توجید و رسالت کا اس میں حیات بعد الموت اور عقیدہ آخرت پر ایمان محکم رکھنا ضروری ہے۔ یہ سب سے پہلا اور آخری دین اسلام ہے۔ مکمل حوالگی اور سپردگی کا دین اپنی جان مال آل لولہ سب کچھ اللہ کے حکم پر اللہ کی مرضی پر قربان کر دیے کا نام اسلام۔ اِسْلَمٌ وَاَسْلَمْتُ۔ کی تکرار جو ابراہیم علیہ السلام نے عملی نمونہ پیش کیا وہ اسلام کا دین ہے مذہب نہیں ہے۔ دین سے مراد وہ فکر و حیات اور طریقہ زندگی جسکو قبول کر کے انسان اپنی دنیا اور اپنی آخرت دونوں سنوارتا ہے اس میں اسکو سکون و راحت ملتی ہے۔ اسکی سوچ اور فکر اس کا عقیدہ اور ایمان مکمل جہین کے ساتھ اس کے ہر عمل کا متحرک بنتا ہے۔ یہ نظام رحمت اور نظام ربوبیت کو ماننے اور قبول کر لینے کا وہ تصور ہے جو اس عالم وجود اور عالم شہود میں ہر طرف دن رات نظر آتا رہتا ہے۔

بنیاد پرستی کا یہ اسلامی تصور اپنے رب کائنات کا ہر وقت شکر ادا کرنے اور مصیبتوں مشکلات آزمائش کے وقت صبر و تحمل برداشت سے کام لینے کا فکر و دینی ہے۔ نماز سے اطاعت اور بندگی سے اپنی عاجزی خضوع و خضوع سے اپنے رب کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جانا سکھاتا ہے۔ دن رات میں کسی وقت بھی اس سے غافل نہیں ہونا ہے۔ دین کی ضرورت انسانی ضرورتوں کی تکمیل میں آسانیاں پیدا کرتی ہے۔ اسلام ایک جامع دین اور بالغیب یقین کرنے کا عقیدہ پیش کرتا ہے۔ انسانوں کے فائدے اور نفع پہنچانے کے لئے آسمانوں سے اتارا گیا ہے جو دین انسانی معاشرتی مسائل اور صلح معاشرہ نہیں پیدا کرتا اس دین اور مذہب کی دنیا کو ضرورت نہیں ہے انسان بھرپور زندگی گزارنے کے لئے اس دنیا میں بھیجا گیا ہے کہ وہ ایک سیدھی راہ پر زندگی گزارے اور انسانوں میں مل جل کر امن و حافیت سکون و سلامتی کی زندگی گزارے۔ مصائب اور مشکلات میں صبر کرے اور اپنے مالک آقا پالنے والے کا سہارا پکڑے راحت میں آرام خوشحالی میں اپنے مالک آقا کا شکر گزار بندہ بنے نیک کام کرتا رہے نیکی کی تعلیم پھیلاتا رہے۔ برسے کاموں سے بچے اور لوگوں کو برائی

سے روکتا رہے۔ وہ کونسا دین اور مذہب ہے جسکی یہ تعلیم ہو جو یہ سبقِ عدالت کا امانت کا صداقت کا سلامتی اور امن کا دنیا کو سکھائے قرآن سورہ لہٰم ۷۶ میں سورت کی آیت ۱۱ میں اسکو بیان کرتا ہے۔

اسلام حرکتِ عمل کی تعلیم دیتا ہے شہد کی مکھی اور چیونٹی کے نام سے قرآن کی سورتوں کا انتساب اسکی طرف اشارہ کرتا ہے۔ تلبے جی بے عمل کی تعلیم اس دین میں نہیں ہے۔ توازن اور اعتدال کی زندگی کی بات کرتا ہے۔ اسلام اپنے دین کا خود مختار اور محافظ ہے۔ یہ بہت قدیم ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک ایک ہی دین اسلام رہا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام تک وہی دین صلیب ابراہیمی ہزاروں برس سے قائم ہے۔ جب بنی اسرائیلیوں نے دین میں تعریف اور ترمیم کر کے اس کی اصل تعلیمات ہی کو بدلنے کی کوشش کی تو پھر اللہ تعالیٰ نے دین صلیب ابراہیمی کو ان سے چھین لیا اور محمد صلیم کے حوالے کیا وہی دین ابراہیمی ازل سے ابد تک قائم رہیگا۔ اور چلتا رہیگا۔ ہمیں کوئی اختلاف کبھی نہیں رہا۔ شریعتیں طریقہ زندگی اصول حیات ہر زمانہ کے اعتبار سے الگ الگ متعین ہوئیں اور شریعتیں بدلتی رہیں اور ہر زمانہ میں ہر نبی اور پیغمبر کے لئے الگ الگ منہاج طریقے اور اصول اس دور کے ضروریات کے مطابق عطا ہوئے مثلاً قربانی کا طریقہ شروع سے آگ کی قربانی کا رہا ہے۔ مگر امت مسلمہ کیلئے قربانی کا طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبولیت قربانی کا مژدہ اسلم۔۔۔ اسلمہ کا طریقہ مقرر کیا گیا۔ جانوروں کی قربانی کو شریعت کا حصہ بنایا گیا۔

اللہ نے جو کچھ اپنے رسولوں پر ہر دور ہر زمانے میں بھیجا وہ حق و انصاف میزانِ عدل کیساتھ بھیجا اس میں نہ تو کوئی حجت کی گنجائش ہے اور نہ کسی شک و شبہ کی۔ دین اسلام حق ہے کلمۃ اللہ لا الہ الا اللہ اور نیکیوں اور اعمالِ حسنہ کو تول تول کر گن گن کر حساب اور اجر دینے والا ہے اور برائیوں کیلئے سزا کا فیصلہ سنانے والا دین ہے۔ اس دین میں انصاف سب کے ساتھ ہوگا۔ جو بھی دنیا طلب کرے گا دنیا کی طلب سعی و کوشش میں جان کھائے گا اس کو دنیا دی جائیگی۔ جو اپنی آخرت کے لئے منت و کوشش احتیاط نیکی تقویٰ اختیار کریگا اسکو آخرت کی زندگی دیا جائیگی ہر ایک کی منت جدا جدا اور اس کا نصیب اور ثمرات الگ الگ انسان کی کوشش دیکھی جانی گی کہ وہ کیا چاہتا ہے اور کیا کرتا ہے۔ یہی شریعت اسلامی اور دین کی حقیقت ہے۔

قرآن متنبہ کرتا ہے کہ خبردار دین اسلام میں اپنی طرف سے نہ تفرکہ ڈالو اور نہ اس دین کے ٹکڑے الگ الگ کر دو نہ اپنے اپنے مسلک جدا کر دو اور نہ اپنی اپنی مسجدیں الگ الگ کر دو یہ دین اسلام کا طریقہ نہیں ہے۔ قرآن کا اعلان ہے اَدْخُلُوا لِسْمِ كَانَتْ دِينِ اِسْلَامٍ مِّنْ پورے پورے داخل ہو جائے جو طریقہ اللہ کے رسول نے بتایا اور رسول نے اپنا یا وہی طریقہ صحیح اور قابل عمل ہو گا۔ اسی طریقہ سنت کی اتباع کو اور یہی شریعت اسلامی ہے۔

۶۔ حَقِيقَتُ تَوْحِيْدٍ۔

دنیا کی تمام قوموں میں خدا کا تصور تھا وہ خدا کو ایک مانتے تھے مگر اس کے ساتھ فرضی خدا کے وسیلے شرک کے عقیدے۔ رسم و رواج کے طریقے خدا تک پہنچنے کے ذریعے انہوں نے خود تلاش کرنا شروع کر دیئے تھے۔

قرآن نے لوگوں کو مخاطب کر کے خدا کے وجود کے ماننے والوں سے بحث کا آغاز کیا۔ ان پر دلیل اور حجت قائم کی اور ان کے عقائد کو ٹھیک کرنے کی کوشش کی۔ ان کی ظلمیوں کو بتایا اور صحیح رہنمائی کی اور سورہ فاتحہ میں الرحمن الرحیم سے اپنا تعارف کرایا کہ عقیدہ توحید رکھنے والوں کے ساتھ اللہ مہربان اور رحیم ہے اس کے ساتھ ہی ساتھ دوسروں کو بھی مخاطب کیا جو گمراہی میں خدا کے شریک بنائے اور ان کو پوجنے پر متش کرنے لگے تھے اس طرح دو گروہ ایک نبی ارسامیل کے قریب تھے جو موحد تھے خدا کو ایک مانتے تھے۔ دوسرے اسرائیلی جنہوں نے شرک کیا۔ عزیز علیہم کو خدا بنالیا اور عیسائی جنہوں نے عیسیٰ علیہم کو خدا کا بیٹا بنالیا تھا۔

قرآن دلیلوں، مثالوں اور حجت سے خدا کے وجود کا یقین دلاتا ہے آسمانوں کو دیکھو سورج چاند ستاروں کو دیکھو، بارش کون برساتا ہے بجلی کون چمکاتا ہے بادل کون بھیجتا ہے وہ ایک خدا ہے جو اس کائنات کا مالک ہے اس کا رب ہے رب السموات والارض ہے احسن الخالقین ہے یہ دنیا خالق کی گواہی اور ثبوت دیتے ہیں اس کے جلووں میں جمال و کمال ہے وہ حکیم ہے قدیر ہے علیم ہے مہربان ہے کریم ہے وہ رازق الرحیم موت اور حیات کا مالک ہے ہر طرف اسی کے جلوے اور مظاہرے ہیں سورہ نحل میں زیادہ تفصیل سے بحث کی

خدا سے مستفاد کا وجود ہے۔ دن کے ساتھ رات ہے۔ موت کے ساتھ زندگی ہے۔ میٹھا پانی کھارا پانی۔ ایک ہی پانی سے مختلف پودے اپنا رنگ بو اور مزہ لے کر زمین سے اوپر آتے ہیں ان سب کا خالق اور رب ایک خدا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ سنایا کہ کس طرح وہ ایک خدا کا قائل ہوا اپنے باپ سے الگ ہوا جس گھر میں پیدا ہوا اس گھر کو چھوڑ دیا کہ وہ ایک خدا کے ساتھ فخرک کا عقیدہ رکھتے تھے۔ قرآن آفاقی دلائل کے بعد انفس کے دلائل دیتا ہے ہر نفس کے اندر ایک خدا کا تصور کسی نہ کسی شکل میں ضرور ہوتا ہے کہ خدا ہے۔ کیسا ہے اور کون ہے؟ یہ بحث دلیل سے عقیدہ بالغیب سے سمجھائی جاسکتی ہے۔ مان لو۔ خدا ہے۔ بغیر دیکھے بغیر دلیل و حجت کے یقین کر لو کہ خدا ہے اور اس طرح آگے بڑھو۔ یہی اصل ایمان قرآن نے سکھایا ہے۔ یومنون بالغیب اور پھر خلوص سے اس کی عبادت کرو۔ مخلصین لہ الدین ولہ الملك ولہ الحمد اور اسی کی عبادت اور بندگی کرو۔ اس کا شکر ادا کرو اور اسی سے مدد چاہو کچھ ایسا کہ تعبدوا لیاک نستعین ۵

مناقضین کی کمزوری عقلی نہیں قلبی تھی ان کو مسجات والی سورتوں یعنی سبح، وسیج والی پانچ سورتوں میں مخاطب کیا گیا ہے۔

جس کسی نے خدا کو اپنا رب مان لیا۔ عقیدہ بالغیب راسخ کر لیا پھر تو وہ اس کائنات کا مالک بنا دیا گیا۔ سوائے اللہ کے وہ کسی سے نہیں ڈرتا اور نہ کسی سے مانگتا ہے۔ وہ خدا کا بندہ ہے خدا اس کا رب اور مالک ہے وہ سوائے خدا کے کسی کی تابعداری بندگی نہیں کریگا نہ زندوں کی اور نہ مردوں کی اس کا سجدہ صرف اللہ کے لئے ہوگا اسی کے آگے جھکے گا۔ انبیاء علیہم السلام کی زندگی نمونے کے لئے پیش کی گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے آگے کبھی بار نہیں مانی۔

انسانی معاشرے کی بنیاد دو چیزوں پر قائم ہے ایک مذہب اور دوسرا معاشرہ۔ مذہب کی بنیاد عقیدہ ہے اور معاشرہ کی بنیاد فرد ہے۔ ان الحکم اللہ اس کا حکم چلے گا اور کسی دوسرے کا حکم نہیں چلیگا۔

احکام الہی دو قسم کے ہیں۔ ۱۔ ایک کشریحی وہ احکام جو شریعت کی بنیاد ہیں جس کو انبیاء علیہ السلام نے پہنچایا ہے۔ ۲۔ ایک تکوینی وہ احکام جو فطری حیثیت میں مخلوقات عالم میں ودیعت کئے گئے۔ جیسے وجدان ان دونوں طریقوں سے حکم اللہ جاری و ساری ہے۔ اگر کسی

آمر اور جابر نے ان احکامات کے خلاف کام کیا وہ کامیاب نہیں ہو سکا۔ نکوہی اور قسری احکامات میں عین اللہ کا حکم ہی جاری رہیگا۔ نکوہی امر فطری ہے انسان فطرت سے مجبور اور لچار ہے انسان ان کو بدل نہیں سکتا ان کے قوانین میں کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ اللّٰهُمَّ مَا لَكَ الْكَفَّ تَوْتَى الْمَلِكِ مَنْ تَشَاءُ (آل عمران ۳)

دنیا میں جو حوادث ہوتے رہتے ہیں وہ اللہ کے حکم سے ہوتے رہتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ حضرت یعقوب علیہ السلام نے سورہ یوسف میں اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ تم سات بجائی شہر مصر میں الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا۔ ایک دروازے سے داخل ہو گئے تو لوگ نظر بد لگائیں گے۔ اور تم مصیبت میں کہیں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ یہ ایک انسان کی فکری تدبیر تھی مگر اللہ کا جو حکم ہونا تھا اس احتیاط کے باوجود وہ حکم پورا ہوا۔ ان کے بیٹے بالیمین پر مصیبت آ ہی گئی۔ سورہ یوسف (آیت ۸) اسی طرح سورہ اعراف کی آیت ۷ ہے کہ اللہ جاکم مطلق ہے سورج چاند ستارے سب اس کے حکم کے مطابق کام کرتے رہتے ہیں۔ عبادت کے معنی صرف نماز روزہ حج زکوہ ہی نہیں بلکہ فرک نہ کرو اور خدا کے احکامات کی پوری پوری تعمیل اور پابندی کرنا بھی عبادت ہے۔ اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِيَ الْاَمْرِ مِنْكُمْ

خدا کے احکامات سے بچنے کے لئے حیلے بہانے بنانا بھی حکم خداوندی کے خلاف کام کرنا ہے قرآن نے اس کو طاغوت کہا ہے اس کے معنی حق کو باطل بنانا حق سے بچنا ناحق کے ساتھ ہونا قانون خداوندی کے خلاف فیصلہ کرنا یا فیصلہ چاہنا فسق کہلاتا ہے۔ سورہ السائدہ کی آیت ۷ میں اس کو بیان کیا گیا ہے۔

اللہ کے احکامات "حدود اللہ" کہلاتے ہیں ان کا ذکر قرآن کی سورتوں بقرہ و نسا و طلاق اور حج احکام الہی کے بیان میں ہیں۔ تلک حدود اللہ۔ اللہ کے رسول کو بھی اجازت نہیں کہ کسی حلال چیز کو حرام قرار دے۔ سورہ تحریم کی پہلی آیت بھی رسول کو مخاطب کر کے فرمایا۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا حَلَّلَ اللَّهُ لَكَ وَلَا تَحْرِمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ (سورہ توبہ ۳) دوسری وحی آمد ثریر جو ۳ سال کے وقفہ سے آئی ہے اللہ نے یقین دلایا کہ وہ اللہ ہی تو تھا جس نے اپنے حبیب کی رہنمائی فرمائی تھی۔ اللہ اس کو بھولا نہیں تھا۔ جو خود اللہ سے محبت کرے اللہ کو تلاش کرے اللہ اس کو کیسے فراموش کر سکتا تھا۔ اے رسول خدا اللہ نے جو نعمتیں تمہارے لئے عطا کی ہیں ان کا ذکر کرو اور ان کو یاد رکھو (سورہ مدثر ۹۳) کی آیت ۱۱ میں یہ ابتدائی پیغام تھا جو رفتہ رفتہ ایک مکمل نظریہ حیات بن گیا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں لَاللّٰهُ اَللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُولُ اللّٰهُ

اس کا مطلب یہ ہے اللہ مالک کائنات اور خالق اور قانون ساز ہے اور اُس کا رسول مُحمد صلعم تمام بنی نوع انسان کے لئے اللہ کا پیغام سنانے والا اللہ کا قانون بتانے والا اور ان پر عمل کرنے والا اور عمل کرانے والا ہے خواہ تم دنیا کا کوئی مذہب عقیدہ یا مسلک کیوں نہ اختیار کرتے ہو تمہیں اپنے پیدا کر نیوالے پالنے والے کی عبادت اور بندگی کرنی چاہیے اُس کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے وہ پورا پورا اختیار رکھتا ہے تمہاری زندگی بڑوہ تم کو موت دیتا ہے اور موت کے بعد تم کو سزا دینا اس کو پورا پورا تم پر اختیار حاصل ہے۔ دین کا قیام دو چیزوں پر ایک اللہ پر بالغیب دوسرے موت کے بعد کی زندگی اور آخرت پر خدا ہر جگہ موجود وہ سب کو دیکھتا سنتا رہتا ہے لہذا خدا کی نافرمانی خدا کی ناراضگی کسی صورت میں نہیں ہونا چاہیے۔

انسان حیوانات سے مختلف ہے حیوانات جلی طور پر فطرت کے قوانین کے مطابق زندگی گزارتے ہیں ان کی زندگی انسان کی خدمت اور انسان کی مرضی پر زندگی گزارنا ہے۔ انسان کو اللہ نے جلی فطرت کے علاوہ عقل دانش سمجھ عقل کی قوت اور صلاحیت سے نوازا ہے اسی لئے ہر انسان کا عمل رد عمل جدا جدا اسکی کیفیت الگ الگ ہوتی ہے۔ انسان ہمت کرتا ہے دلیلیں لاتا ہے ہمت کرتا ہے عقل اور منطق سے ثبوت دلائل پیش کرتا ہے اپنے فیصلے خود بدلتا ہے اپنے فیصلوں پر عمل کرنے کا خود مختار آزاد ہے۔ بچہ کو دیکھو ماں باپ کا حکم مانتا ہے اور کبھی ان کے حکم کے خلاف عمل کرتا ہے شوخی شرارت کرتا ہے من مانی کرتا اپنی خواہش ضد سے اپنی بات سناتا ہے اس کی عمر جیسے جیسے بڑھی جاتی ہے اس کی اطاعت کا مرکز بدلتا جاتا ہے پہلے ماں پر اعتماد تھا پھر ماں باپ دونوں پر اعتماد کرتا ہے پھر دوستوں پر اعتماد کرتا ہے۔ پھر استادوں پیر و مرشد پر اعتماد کرتا ہے اس کی عمر اور عقل کے ساتھ اس کے اعتماد کے محور تبدیل ہوتے جاتے ہیں۔ اس کے رویے میں تبدیلی آتی ہے اس کے پیش نظر خوشنودی۔ رخصت۔ محبت۔ سزا اور جزاء کا پس منظر ہوتا ہے۔ یہ سزا و جزا دنیاوی ہے دنیاوی اعمال اور رحمانات کا پتہ دیتی ہے۔

روحانی رہبر ہادی اللہ تعالیٰ کا خوف سزا اور امید جزا دلاتا ہے بندے کی رہنمائی کرتا ہے اس کو اس کے رب سے لیجا کر ملاتا ہے خدا اور بندہ کا رشتہ جوڑتا ہے۔ پیغمبر انسانوں میں بلند شخصیت۔ بلند کردار۔ فضائل کا آئینہ دار ہوتا ہے جو اللہ اپنے خاص اہتمام سے ان کی تعلیم و تربیت کر کے ان کو بنا کر بھیجتا ہے۔ دنیا کے مذاہب میں پیغمبروں سے متعلق

الگ الگ تصورات قائم رہے ہیں۔ زرتشت۔ عیسائی۔ یہودی۔ بدھ۔ ہنود۔ سب ہی نے اپنے اپنے اوتار انبیاء کو الگ الگ روپ میں ان کا الگ الگ نام دیا ہے۔

انسان کے نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کا واحد طریقہ عقیدہ آخرت پر ایمان مسکھ ہونا ضروری ہے۔ آخرت کا یقین محکم ہو جائے تو پھر انسانی رویے اور سلوک میں تبدیلی آجاتی ہے انسان اُس آنیوالے دن سے ڈرتا رہتا ہے اور ایسا کام از خود نہیں کرنا چاہتا جو آخرت میں اُس کو عذاب سے دوچار کر دے وہ مصیبت اور مشکلات میں پھنس جائے۔ اس دنیا میں فرشتہ صفت نیک سخی انسان بھی رہتے ہیں اور شیطان صفت درندے انسانی ہمیں میں رہتے ہیں۔ ملکی اور خدائی قانون توڑتے رہتے ہیں۔ اگر انسانوں کو ہدایت اور نصیحت والی رہبری مل جائے تو بہت سے شیطان صفت انسان اپنے رویہ اور سلوک میں تبدیلی لاسکتے ہیں اپنا کردار عمل بدلنے پر راضی ہو جاتے ہیں انعام کا وعدہ سزا کا خوف ان کے عمل کو راہ راست پر لاسکتا ہے۔ انسان کو تبلیغ رشد و ہدایت سے برائی اور بدی میں تمیز کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا اور ان کے ذریعہ لوگوں کو نیکی کا پیغام دیا اور پیغام پر عمل کرانے کے لئے ایک طریقہ بتایا ہے۔

اسلام نے صلوٰۃ کا طریقہ بتایا کہ نماز پڑھو۔ اللہ کی عبادت اور بندگی کو اللہ کے رسول کو عار حرامیں اللہ کا فرشتہ جبرئیل علیہ السلام نے صلوٰۃ کا طریقہ سکھایا پھر وضو کا طریقہ سکھایا کہ پاکی طہارت پاکیزگی صفائی جسمانی اور روحانی دونوں طرح سے ہو جائے۔ جسم کی طہارت کپڑوں کی صفائی عبادت سے پہلے لازمی ٹھہرائی۔ وضو پانی سے کیا جاتا ہے۔ پانی میں زندگی ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے کل شیء علی الماء۔ اللہ نے ہر دی حیات کو پانی سے پیدا کیا انسانی جسم کو پانی سے بار بار صاف کیا جائے تو اس کے حسی اور نازک اعضاء بدن پر پانی بہایا جائے تو وہ صحت تازہ جاندار بن جاتے ہیں۔ انسانی اعضاء جو انسانی عمل کے کارندے ہوتے ہیں جیسے آنکھ ناک منہ ہاتھ کہنیوں پاؤں جہاں چلنے پھرنے میں کام آتا ہے ان سے گناہ بھی سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ نیک کام بھی جائز اور ناجائز کام کے عوامل کو دن میں چار پانچ اوقات میں دھونے کا مطلب دن بھر کے اعمال کے سہو پر محذرت اور انفعال گناہ کی صفائی کا تصور اور اللہ کے فضل و کرم سے غلطی کی معافی کی طلب کی امید انسان کے آدمی ایمان کے برابر اور اس کے دن بھر کے اعمال بد کی تلافی ہو جاتی ہے اور اعضاء بدن تازہ اور نئی زندگی کے آبیان ہو جاتے ہیں۔ گندگی صفائی منہ کی ناک کی دانستوں کی ہاتھ اور پاؤں کی دور ہو جاتی ہے اس

سے صحت تندرستی بحال ہو جاتی ہے اسی لئے صفائی کو نعت ایمان کہا گیا۔ وضو کو نصف ایمان بتایا گیا اسلام کا طریقہ وضو دنیا کے دیگر مذاہب کے صفائی اور پاکی کے تصور سے کقدر آسان سائیں اور حقیقی تصورات لئے ہوئے ہے جس سے انسان کے اندر پاک صاف ہونے اور با وضو طہارت کا تصور قائم ہو جاتا ہے۔ ہم عبادت کے وقت اپنے مالک اور آقا کو دیکھ نہیں سکتے ہماری آنکھیں ہیں مگر خدا ہم کو نظر نہیں آتا۔ یہود۔ بدھ مت والے۔ عیسائی کوئی بھی عبادت کے وقت اپنے خدا کو اپنی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا محض الفاظ کے ذریعے ہم خدا کو یاد کرتے ہیں وہ ایک فانیانہ تصور ہے یقین محکم کا۔ عقیدہ بالغیب کا کہ خدا موجود ہے۔ ہم کو دیکھ رہا ہے اور ہم اس کو نہیں دیکھ سکتے مگر دل کا یقین کہہ رہا ہے کہ خدا ہم کو دیکھ رہا ہے اللہ کی حمد و ثنا اس کائنات کی ہر شے دن رات کر رہی ہے۔ پہاڑ۔ درخت۔ سمندر۔ پرندے۔ حیوانات۔ سورج۔ چاند ستارے۔ مائے عمارتوں کے جمادات۔ حیوانات۔ نباتات سب ہی خدا کی حمد و ثنا میں مشغول رہتے ہیں۔

توحید تمام عقائد و اعمال کی بنیاد ہے۔ صرف اللہ کے وجود کو ہر طرف مان لینا ہی کافی نہیں بلکہ اس حقیقت کو دل سے تسلیم کر لینا کہ اللہ ہر وقت ہر جگہ ان کے درمیان موجود رہتا ہے۔ دیکھتا رہتا ہے اور سنتا رہتا ہے۔ اللہ کی ذات۔ صفات اور کمالات کا اعتراف اور صحیح تصور قائم رکھنا بھی ضروری ہے۔ دل کا یقین ذہن کا شعور زبان سے اقرار وہ قوت ہے جو عمل کی تحریک پیدا کرتی ہے سارے اعمال پر محیط اور گھیرے رکھتی ہے اگر ایمان بالغیب کسی چیز پر حاوی ہو جائے یقین ہو جائے کہ وہ ہے موجود تو پھر عمل کے اندر وہ انہماک و پسپائی رغبت خوشی اور امید کی لگن پیدا ہو جاتی ہے کہ ساری زندگی اس میں سمٹ جاتی ہے۔ تزکیہ نفس۔ اخلاق۔ تنظیم۔ انفاق مال۔ اور اعمال خیر و شر کا امتیاز۔ معیشت معاشرت سیاست۔ کاروبار۔ تجارت تعلقات سب کچھ اس تناظر میں گھننے چلے آتے ہیں۔ توحید سب کے لئے ایک ہے ساری قوموں کے لئے سارے زمانوں کے لئے وہی ایک خدا کا تصور ہے۔ باقی اس کے سوا کچھ نہیں۔ وہ قوت ناقابل فہم ناقابل تخیر ناقابل بصارت ہے صرف یقین کر سکتے ہیں اور محسوس کر سکتے ہیں اور اک اور ہوش عقل و سمجھ ذہنی کیفیت ہے اور یہی عقیدہ ہے۔

عقیدہ کے لئے عقل کی ضرورت نہیں۔ کسی دلیل و ثبوت کی محتاجی نہیں۔ کسی تجربے مشاہدے سے اس کا واسطہ نہیں۔ وہ ہر کس و ناکس کے یقین کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اپنے کسی ساتھی رفیق کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ دوران سفر گفتگو ہوتی رہی ان کے ساتھی نے پوچھا یا عبداللہ کیا تم کو یقین ہے کہ اللہ کے رسول اور ان کے صحابہ نے جو محنت و مشقت دین کی تبلیغ کے لئے کی کیا وہ ساری محنت کامیاب ہو گئی اسلام کا پیغام عرب کے کونے کونے میں کیا پہنچا دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے اثبات میں جواب دیا اور کہا یقیناً اللہ کا دین پورا پورا پہنچا دیا گیا ہے۔ ان کے ساتھی نے کہا کونسی ثبوت تمہارے پاس ہے۔ عبداللہ بن عمر نے کہا۔ آؤ۔ اس کا ثبوت تلاش کرتے ہیں۔ یہ کھتے ہوئے وہ سواری سے دور دیکھا کہ ایک گڈریا لہنی بکریاں جراتے ہوئے بیٹھا ہے۔ عبداللہ بن عمر نے کہا۔ چلو اس لڑکے سے پوچھ لیتے ہیں۔ اطمینان کر لیتے ہیں۔ دونوں اونٹ سوار اس لڑکے پاس آگئے۔ اونٹوں کو بٹھایا۔ لڑکے نے ان مہمانوں کو السلام علیکم مہیا! عبداللہ بن عمر نے اس لڑکے سے کہا۔ ہم دو مسافر بھوکے پیاسے بہت دور سے آرہے ہیں تم ہم کو ان بکریوں سے دودھ نکال کر دو۔ ہم تم کو پیسے دیتے ہیں۔ بھوک پیاس میں کام آؤ لڑکے نے جواب دیا۔ یہ بکریاں میری نہیں ہیں۔ میں ملازم ہوں۔ اجرت پر انہیں جرانے روز لاتا ہوں لیجاتا ہوں۔ ان کے مالک سے بات کرو۔ وہ تم کو لہنی بکری سے دودھ دے سکتا ہے۔ میں نہیں دے سکتا۔

صحابی نے کہا۔ لڑکے اس کا مالک کہاں ہے؟ وہ تو بہت دور اپنے خیمے میں ہوگا۔ ہم مسافر جھٹل صحراء میں حالت سفر میں ہیں۔ یہاں کوئی مالک نظر نہیں آتا۔ تم خود ان کے مالک ہو۔ ہماری مدد کرو ہماری بھوک کا خیال کرو۔ کسی بھی بکری سے دودھ نکال کر دو۔ ہم تم کو پیسے دیتے ہیں اس کے مالک کو لیجا کر دیدنا۔

لڑکا راضی نہ ہوا۔ وہ جبراً ہا ہے اجرت پر کام کرتا ہے۔ بکریاں امانت ہیں امانت میں خیانت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ یہ بددیانتی اور خیانت نہیں کر سکتا عبداللہ بن عمر نے اصرار کیا اور کہا ان بکریوں کا مالک یہاں کہیں نہیں ہے اب تم لیکے ہی مالک اور سب کچھ ہو۔ کوئی تمہیں بکریوں کا دودھ نکالتے ہوئے نہیں دیکھ رہا ہے۔ تو لڑکے نے جواب دیا۔ کوئی تو یہاں ضرور نہیں ہے مگر اللہ تو موجود رہتا ہے اور وہ ہم کو دیکھ بھی رہا ہے اور سن بھی رہا ہے۔ میں اس خیانت اور بددیانتی کا اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا۔ میں یہ کام ہرگز نہیں کر سکتا۔

یہ بات سن کر حضرت عبداللہ بن عمر نے بے ساختہ اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور اپنے رفیق سے کھاد بکھوسن لیا تم نے اس لڑکے کے ایمان باللہ کو۔ الحمد للہ۔ صحابہ رسول اللہ نے اللہ کا دین اللہ کا پیغام عرب کے بچے بچے کو پہنچا دیا ہے۔ اب فکر کی کوئی بات نہیں ہے یہ ہے تعلق باللہ۔ ایمان باللہ جو دین اسلام سکھاتا ہے۔ ایمان بالغیب ہے۔

اردو عربی فارسی میں سب سے پہلا لفظ (الف) ہے۔ یہ ساکن اور مشرک دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اِجْد کا پہلا حرف الف کے ساتھ ایک مد متصل ہوتا ہے اسکو کھینچ کر لانا پڑھا جاتا ہے۔ عربی کے ۲۸ حروف، تہجی میں ۱۴ حروف شمسی ہیں جن سے پہلے جب اُل لگایا جاتا ہے تول کی آواز ساکن ہو جاتی ہے۔ جیسے شمس سے الشمس۔ ثور سے الثور وغیرہ۔ ۱۴ حروف قمری ہیں ان سے پہلے جب الف لگایا جاتا ہے تول کی آواز نمایاں ہو جاتی ہے۔ جیسے القمر الباب۔ الارض۔ الحمد وغیرہ۔

قرآن مجید کے ۱۴ حروف مقطعات ہیں ان کے ہر حرف کو الگ الگ قرآن نے اپنی ۲۹ سورتوں میں استعمال کیا ہے۔ مثلاً الم کو الف۔ لام۔ مریم پڑھا جائیگا۔ اسی طرح حم۔ الم۔ طسم۔ عسق۔ الکھن۔ الر۔ الخیض۔ وغیرہ وغیرہ۔

زمانہ قدیم میں اعراب یعنی زید۔ زبر۔ پیش کا رولج نہ تھا حروف پر صرف نقطے دیدیتے تھے جیسے سندھی حروف میں طریقہ ہے۔ جن سے اعراب کا پتہ لگایا جاتا تھا۔ خلیل ابن احمد عروسی نے ہر حرکت کے لئے ایک صورت مقرر کی زبر زبر اور پیش کی لہجہ کی جو زمانہ عبد الملک میں رائج ہوا اور اب تک چلا آ رہا ہے۔ خط نستعلیق کی لہجہ صاحبقران امیر تیمور کے زمانے کی ہے۔ خواجہ میر علی تبریزی نے نسخ اور نستعلیق سے اس کی لہجہ کی ہے۔

قرآن مجید عربی حروف، تہجی میں قرآن کی اہم انتیس (۲۹) سورتیں ہیں جو حروف، تہجی کے ایسے تانے بانے میں گوندھی گئی ہیں کہ ان میں سے ایک حرف کی بھی تبدیلی آیت کے معنی بدل کر پوری سورت میں جھول کر دے گی اور علامتہ اس میں تریف و تبدیلی کا پتہ لگ جائیگا مثلاً اصحاب لوط کی جگہ اگر اخوان لوط لکھ دیا جائے تو پوری سورت میں جھول آئیگا۔

جب ہی تو قرآن اعلان کرتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَآنَا لَهُ لَاجِفُونَ ۝ ہم ہی ہیں قرآن کو نازل کرنے والے لکھوانے والے اسکی حفاظت بھی ہمارے ذمہ ہی ہے۔

قرآن کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں مگر ان حروفِ مقطعات سے شروع ہونیوالی انتیس سورتوں میں اصل قرآن سمودیا گیا ہے۔ سارا دین اسلام کتاب اور آیاتِ کتاب سب کچھ اس میں ملیگا۔ اہم سورتیں ایمانیات و منیات والی علم و حکمت کے اشارے اس میں ملتے ہیں مثلاً اس کائنات کی ساری رونقیں مشاہداتِ قدرتِ مناظرِ فطرتِ اٹھائیس عناصرِ ترکیبی سے وجود میں آئی ہیں ان میں چودہ مشاہداتِ قدرت اور فطرت سے بنی ہیں اور چودہ مشیتِ الٰہی کے تابع فرمان ہیں جو ہر وقت خدا کی حمد و ثنا میں سر بسجود رہتی ہیں۔ حتیٰ کہ سورج کی روشنی کے صبح و شام سنانے تک سجدہ کی حالت میں ثنا خوان باری تعالیٰ رہتی ہیں۔

قرآن کا ارشاد ہے کہ یہ کل کائنات اٹھائیس مضامین میں بنائی گئی ہے چودہ حصے آسمان کے طبق در طبق قائم ہوئے اور سات حصے زمین کو ملے جو طبق در طبق تقسیم ہو گئی۔ یہ دونوں آپس میں ملے ہوئے تھے۔ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ كَانَتْ رُتًا وَكُنْفًا هُمَا ۝ ہم نے دونوں کو الگ الگ کر دیا۔ وہ آپس میں پہلے ملے ہوئے تھے۔

اس طرح کل ۲۹ سورتیں حروفِ مقطعات کی عقلی سورتیں کہلاتی ہیں جن پر پورا قرآن محیط ہے۔ باقی سورتیں علومِ نقلی کہلاتی ہیں۔ جو اپنے موضوع کے اعتبار سے زندگی موت اور رزق جو اللہ کے اختیارات میں ہیں ان کے بارے میں غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں۔ اس تناظر میں مطالعہ قرآن نئے پڑھنے والوں کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔

انتسابِ قرآن

قرآن کی مختلف سورتیں مختلف ناموں سے منسوب ہیں ان میں زیادہ تر پرندوں اور کیرٹوں کے نام سے خاص ہیں۔ بعض طیور۔ حیوانات۔ چاند۔ سورج ستارے اور انبیاء علیہ السلام کے ناموں سے اس سورت کی نشان دہی اور مضمون اور موضوع کی وضاحت کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمتِ علم اور مشیت کا اظہار ہے۔

انظر و ما فی السماوات و الارض (سورہ یونس آیت ۱۰۰) یہ مظاہر قدرت کیا ہیں؟ یہ سب کہاں سے آئے ہیں؟ ابر کیا چیز اور ہوا کیا ہے؟ یہ سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں؟ یہ انسان

کرن ہے۔ کہاں سے آیا ہے؟ کس طرح آیا ہے۔ کیا اسکی حقیقت ایک گندہ پانی کے قطرہ سے زیادہ نہ تھی جب وہ نطفہ بن کر مادر رحم میں پرورش پایا۔ اور اندھیروں میں کس طرح اسکی تخلیق ہوئی اس میں زندگی اور جان کہاں سے آئی اس قرآن کی ایک ایک آیت غور طلب اور توجہ کی منتظر ہے۔

قرآن کا مخاطب انسان ہے۔ اور قرآن نے اپنی آیات اور سورتوں میں انسان مطلوب کا تعارف کرایا ہے۔ کہ قرآن کی نظر میں اسکی تعلیمات کے نتیجے میں ایک معیاری انسان نمونہ کا آئیڈیل انسان کون ہو سکتا ہے اور کس طرح اس کی تعلیم اور تربیت ہو سکتی ہے وہ سب کچھ مختلف اندازوں سے حوالوں سے مثالوں سے بیان ہوا ہے۔

قرآن اپنی سورتوں کے انتساب میں اپنی مثال آپ ہے۔ سورتوں کے نام مختلف حیوانات اور کبڑے کموڑوں۔ مظاہر قدرت چاند سورج۔ بم۔ دن رات۔ فیل۔ غار۔ دھنواں۔ پرندوں کے نام سے منسوب ہے اسکی حقیقت کے اندر ایک سمندر کا علم ہے۔ مثلاً قرآن کی سب سے پہلی سورت تین حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہیں۔ الف۔ لام۔ میم (الم) سے سورہ البقرہ کے نام سے شروع ہوتی ہے۔ گانے بیل زمانے قدیم سے مختلف ادیان و مذاہب میں مقدس جانور سمجھا گیا یہ خوبصورت طاقتور۔ شریف۔ غریب اور ہردلعزیز نفع پہنچانے والا جانور انسان دوستی کا امن پسند حیوان اپنی نسل کے توالد و تناسل کا سلسلہ قائم رکھے ہونے مظہر العجائب حیوان ہے۔ دیوی اور دیوتا کے نام پر بیل کو مقدس مان کر نذر۔ نیاز منت کے لئے آزاد چھوڑ دیا جاتا رہا ہے۔ قرآنی کے لئے پسند کیا جاتا رہا ہے۔ بنی اسرائیل میں ہزاروں برس گانے کی قرآنی پسند کیجاتی رہی ہے۔ چونکہ قرآن کی سب سے پہلی طویل مدنی سورت بنی اسرائیلیوں کی تاریخ اور سرگذشت سناتی ہے ان کے جرائم اور گناہ کی طویل فہرست بھی سناتی ہے اس لئے سب سے پہلی طویل سورت کو البقرہ کے نام سے منسوب کیا گیا ہے جو عام فہم ہے اور توجہ مبذول کروانے کی ابتداء بھی ہے اس کے مخاطب بنی اسرائیل ہیں۔

سورہ الف لام میم کی دوسری بڑی مدنی سورت آل عمران پیغمبر کے خاندان سے منسوب کی گئی ہے یہودی مذہب کے فوراً بعد عیسوی مذہب کی تعلیمات آئیں اسی لئے اس میں عیسیٰ ابن مریم کے حالات پیدائش ہیں اسلئے اس نام سے منسوب کیا گیا اس سورت کے مخاطب عیسائی اور نصاریٰ ہیں اس لئے ان کی توجہ مبذول کروانے کے لئے یہ نام دیا گیا ہے۔

کتاب کے موضوع پر ایک ہی قسم کے مسلسل مضامین دین کیا ہے اسلام کیا ہے ایمان کیا ہے یقین محکم اور آخرت کیا ہے کی بنیادی تعلیمات ان چھ سورتوں میں سمودی گئی ہیں۔

سورہ العنکبوت مگرہی کے نام سے منسوب ہے۔ خدا کی قدرت کا یہ حقیر سا کیرا مگرہی خدا کی صناعتی اور انجینئرنگ کے کمال کی حیرت انگیز مثال دی گئی ہے۔ مختصر جسم جس کے اندر کے اندر چار ہزار باریک نالیاں اور ہر نالی کے اندر سے ایک باریک لعاب کا تار نکلتا ہے۔ زبان کے چار سوراخ ہوتے ہیں اور ہر سوراخ سے ایک سدس شکل کا جالا بناتی ہے اسکی ہر آمدورفت میں تانا اور بانا بنا جاتا ہے۔ مکانوں کی چھت کے اندر محفوظ مقام تلاش کر کے لکڑھی کے ڈبوں یا فرنیچر کے کناروں پر اپنے لعاب سے چپکنے والا۔ گوند جیسا مادہ نکال کر پہلے ایک تار لگاتی ہے اور پانچ چھ چکروں میں تاروں کے تانے بانے سے اپنا گھر بناتی ہے۔ ہر تار اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ مگرہی کے وزن سے اٹھتر گنا زیادہ وزن کا کیرا اس میں جب پھنستا ہے تو پھر باہر نکل نہیں سکتا۔ جالا سفید رنگ کا ہوتا ہے مگرہی اس کے اندر اندھے دستی بچے نکالتی۔ بچوں کی حفاظت اور پرورش اسی میں کرتی ہے۔ اللہ نے اس حقیر کیرے کو کیسی دانشمندی۔ عقل اور سمجھ عطا کی ہے۔ اس صناعتی کو ایک انجینئر ایک مہندس، آرٹسٹ، آرکیٹیک نہیں پہچان سکتا۔ کیرے کا کمال یہ ہے کہ وہ خود اپنا شکار کیا ہوا کھاتی ہے۔ کسی دوسرے کا شکار مانگ کر چھین کر چوری کر کے نہیں کھاتی، اور نہ مردہ شکار کھاتی ہے۔ اس کے لئے حلال، طیب اپنا کھایا ہوا زندہ شکار جائز ہے اور یہ اسکی اکل حلال ہے۔ قرآن کی ۲۹ ویں سورت العنکبوت کی آیت - ۳- مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَمْثَلُ الْعَنْكَبُوتِ إِذْ تَبْتَأُ وَانْ أَوْحِنَ الْبَيْوتِ لَبِيتَ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ یعنی جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کا سہارا پکڑتے ہیں۔ اور حقیر حقیقی قوتوں کو اپنا وسیلہ بنا لیتے ہیں۔ مگرہی کے دھوکے کی زندگی بسر کرتے ہیں ان کی ساری زندگی کی منت اور کوشش۔ مگرہی کے خا کے اور منصوبے بنانا۔ چالے بنانا۔ نئے نئے طریقوں سے لوگوں کو پھانسنے اور ان کا مال و متاع استحصال کرنے اور گھر بیٹھے لہیسی ذہانت۔ ہوشیاری۔ قریب کاری سے مال جمع کرنا لوگوں کا مال بٹورنا ہوتا ہے جو معصوم سادہ لوح لوگ ہیں ان کے مگرہی کے خا کے میں پھنس کر لہیسی زندگی بسر کی کھانی اور پونجی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگوں کی دولت سے عیش اور بلازے تعمیر کرتے رہتے ہیں۔

کیسے کمزور سہاروں کو انہوں نے اپنے معاش کسب کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ ان لوگوں کی مثال مگرہی کے کمزور چالے کی طرح ہے۔ کمزوریوں اور جھوٹ فریب کاری اور دھوکے پر نگرہ کئے

ہونے کتنے دن کی یہ زندگی ہے۔ مگرٹی کا گھر کس قدر کمزور ہے ایک ہوا کے جھونکے سے اس کا سارا گھر اور سارا نقشہ سب کچھ ہوا اڑا کر کہیں دور پینک دیگی ان کا نام و نشان تک باقی نہیں ہوگا اور نہ ان کی اولاد بچے گی۔

اکم والی سورت لقمان میں ایک باپ کے اپنے بیٹے کو نصیحت اور ہدایت ہے باپ کے نام سے سورت منسوب ہے۔ بیٹے کی تعلیم اور تربیت باپ کی ذمہ داری ہے اُس کو ایسی تعلیم دے جو زمانہ کے لحاظ سے اُسکی معیشت کاروبار میں حصول رزق کا ذریعہ بنے دنیاوی مال اور نفع میں مدد دے اور دین کی مذہب کی ایسی تعلیم بھی دے جو قرآنی تربیت کا انتظام کرے کہ مرنے کے بعد وہ علم اُس کے کام آئے۔ یہ باپ کی ذمہ داری ہے۔ کوئی باپ اس سے نہیں بچے گا۔ اللہ کے پاس جواب دہ ہوگا کہ اُس نے اپنے بیٹے کو دین کی۔ توحید و رسالت کی۔ حلال اور جائز کمائی کی صاف سترے دھندے کی پاک صاف زندگی اور پاک صاف عزت نفس کی۔ نفس کے حرص و الجھ کی اصلاح کی کیا تعلیم دی۔ بیٹے کے ساتھ باپ بھی پکڑا جائیگا جو ذمہ دار ہے۔ تعلیم و تربیت کا۔ ماں کے ذمہ صرف پرورش کا فرض سونپا گیا ہے۔ یہ وہ چند مثالیں قرآنی سورتوں کے انتساب کی وضاحت کے لئے بطور نمونے ہیں ورنہ ہر عنوان غور و فکر کا اپنے اندر پوری سورت قرآن کا سمندر چھپائے رکھتا ہے۔

حروف مقطعات والی سورتوں کے علاوہ دوسری سورتوں کے نام بھی مصلحت اور منشاء خداوندی کی حکمت ہے۔ مثال کے طور پر شہد کی مکھی سورہ النحل قرآن کی ۱۶ویں سورت ہے۔ حقیر معمولی کیرٹا جو خدا کی طرف سے وجدان عطا ہونے پر صبح و شام اپنی مینت و کوشش کی طرف لگا ہوا ہے۔ اپنا کام ایمانداری۔ دیانت داری۔ ہوشیاری سے انجام دیتا رہتا ہے۔ مکھی علی الصبح سورج کے طلوع کے ساتھ اپنا کام شروع کرتی ہے پھولوں سے مہک۔ خوشبو اور رس جوس جوس کر اپنے منہ سے پیٹ کے اندر جمع کرتی رہتی ہے اور جب پیٹ کے اندر کی تھیلیاں شہد سے بھر جاتی ہیں تو چھتے میں لیجا کر شہد کو جمع کرتی رہتی ہے۔ جب بھوک لگتی ہے تو بھوک مٹانے کے لئے جب ضرورت اس شہد کو کھاتی بھی ہے اور جو باقی بچ رہتا ہے وہ چھتے میں جمع کرتی ہے وہ چھتے کی ملکیت اور چھتے کا حصہ ہے اس میں اس کا کوئی حصہ عمل اور دخل نہیں ہوتا۔ شہد کی ہر مکھی اپنا اپنا فرض ہر روز جب تک زندہ رہتی ہے اکل حلال کب کھیت کھاتی اور کھاتی اور باقی جو بچے گا وہ اللہ کا مال اللہ کی امانت سمجھ کر دوسروں کے لئے چھوڑ دیتی ہے اسی شہد کے حصے میں چھتے میں انڈوں سے نکلنے والے بچوں کی غذا بھی ہوتی

ہے ان سب سے جو بیچ جاتا ہے وہ چھتے میں جمع ہوتا ہے اور جب چھتہ شہد سے بھر جاتا ہے وہ خدا کی لمانت ہے خدا کے حوالے کر کے اڑ جاتی ہے دوسری جگہ دوسرا چھتہ بناتی ہے اور اپنا کام وہاں نئے سرے سے شروع کر دیتی ہے یہ اس کی زندگی کا مقصد حیات اللہ نے اس کے کب حلال اور طیب کھائی میں محنت سے جمع ہونے والے شہد میں شفاء کی تاثیر رکھ دی ہے اور فرمایا۔ **فِي شِفَاءٍ لِلنَّاسِ بِرِضَىٰ مَرِيضٍ كَلِمَةٍ سَلَامَةٍ كِي صَمَانَتِ اللّٰهِ نِي دِي هِي۔** سمجھو کہ اکل حلال اور طیب میں شفاء ہے صحت ہے۔ اسی کو کھاؤ۔

قرآن کی ہر سورت اپنے موضوع اور نام کی مناسبت سے ایک سبق ہے ایک فکر ہے۔ ایک عقل و دانشمندی اور حکمت کی مثال ہے انسان کو محرک کرتی ہے کام کاج محنت پر اکتاتی ہے انسان بیکار اور کاہل نہ رہے جدوجہد اور عمل کرتا رہے۔ قرآن کا وعدہ ہے کہ وہ اس کتاب سے لوگوں کو علم و حکمت و دانشمندی صفائی و پاکیزگی تزکیہ نفس اور ایسی ایسی معلومات کی باتیں سکھاتا ہے کہ اس سے پہلے آدمی نہیں جانتا تھا کہ یہ سب کیا ہے اور کیا چیز ہے ہوا کیا ہے یہ سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں بجلی کیا ہے سورج چاند اور قمر کیا ہیں موت کیا ہے حیات کیا ہے موت کے وقت سکرات کے عالم کی بیہوشی کے وقت کیا ہوتا ہے۔ موت کے بعد قبر میں مردے کے ساتھ کیا گذرتا ہے قبر کے بعد عالم برزخ کیا ہے کہاں ہے۔ وہاں روح کس طرح ہوتی ہے روح قبض ہونے کے بعد کہاں جاتی ہے روح آزاد رہتی یا قید رہتی ہے روح کیا ہے قرآن نے ان سب باتوں کی معلومات اکٹھا کر دی ہے اس کتاب میں قرآن کی ۷۱ سورت اسرئیل بنی اسرائیل میں روح کی حقیقت امر رب سے تعبیر کی گئی امر رب کی تشریح اس کے بعد کی سورت الکہف میں مثالوں سے بیان کر دی گئی یہ سب معلومات کی تشریح قرآن نے اپنے ذمے لی ہے۔

مَقْصِدُ نَزُولِ قُرْآنٍ

قرآن کا مقصد تنزول ہی یہ تھا کہ لوگوں کو آسمانی کتاب کی آیات پڑھ کر سنائیں ان کو علم اور حکمت کی تعلیم دیں ان کا تزکیہ عقائد سوچ زندگی اور نفس کو حرص اور اللہ سے پاکیزہ صاف و ستر بنائے اور ان کو ایسی ایسی باتیں غیب کی معلوم کرائیں جو کسی کو بھی نہیں معلوم تھیں اور وہ ضرور واقع ہوتی ہیں لوگ اس سے بے خبر ہیں۔ خدا کی نظر میں

پاکیزہ صاف و سترا کوئی نہیں ہے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے قرآنی تعلیمات پر عمل کیا اس کے مطابق زندگی کر لی تو ہی پاکیزہ پاک صاف و ستراے لوگ ہیں سورہ النساء پانچویں سورت کی آیت ۴۲ میں پاکی و طہارت کا طریقہ قرآن نے پہلی بار سکھایا جسم کی صفائی وضو سے تیمم اور غسل سکھایا گیا ہے آیت ۴۹ میں نفس کی پاکیزگی کے طریقہ کا ذکر ہے۔

جسم کی صفائی پاکی کا حکم چھٹی سورت المائدہ کی آیت ۶ میں بھی آیا کہ جب تم اللہ کے سامنے کھڑے ہو تو اپنے جسم کی ظاہری صفائی اور پاکی کپڑوں کی صفائی پاکیزگی کا خیال رکھو اللہ پاک ہے صاف سترا ہے صفائی کا پاکیزگی کا طریقہ طہارت غسل وضو اور تیمم سکھا دیا گیا ہے اللہ چاہتا ہے کہ تم ہر وقت پاکیزہ صاف و ستراے رہو تاکہ تمہارے اندر خیالات اور سوچ بھی پاک صاف و سترا رہے اور تم سچی گواہی دو۔

قرآن کی نوں سورت توبہ کی آیت ۱۰۴ میں فرمایا۔ **خُذْ مِنْ أَمْوَالِكُمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُكُمْ وَتُزَكِّيَكُمْ بِمَا وَصَّلَ عَلَیْكُمْ** گناہوں کی معافی توبہ و استغفار کے لئے اللہ سے دعا مانگو۔ سچی توبہ کرو اور اپنا مال کسب حلال سے کھایا ہوا اللہ کے نام صدقہ و خیرات نکالو تاکہ تمہاری پاکیزگی صفائی و سترائی اللہ کی طرف سے ہوتی رہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی دعا

آلہ سورہ البقرہ کی آیت ۱۲۳ سے ۱۲۹ تک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کے گھر کے پاس کھڑے ہو کر دعا فرمائی تھی **"رَبَّنَا وَابْعَثْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُو عَلَیْكُمْ آیَاتِکَ (۲) وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتَابَ (۳) وَالْحِکْمَةَ (۴) وَیُزَکِّیْکُمْ"** اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ **"وَإِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمَ"** اے ابراہیم تو خود کو میرے حوالے کر دے اور مکمل میری سپردگی میں آجا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا **اسَلَّمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ** میں تو کس کا اپنے آپ کو تیرے حوالے اور سپرد کر چکا ہوں۔ یہ تہادہ عہد بیٹاق اول و عدہ ابراہیمی جو اسلام کا پوری سپردگی اور حوالگی کا اللہ کی رضا اور مرضی کے لئے تھا۔ یہ قرآن سارا اسی تعلیم کا حاصل کلام ہے۔

ابراہیم نے اپنے بیٹوں اور پوتوں کو وصیت کی تھی اور ان سے وعدہ لیا تھا کہ وہ اسلام پر اپنی زندگی گذاریں گے اور اسلام ہی پر مریں گے اور ایک خدا کی عبادت اور بندگی کرتے

رہیں گے اور اللہ کے فرماں بردار اطاعت گزار بن کر اس دنیا میں زندگی گزاریں گے (۱۳۳) آیت سورہ البقرہ۔

یہ چار کام قرآنی تعلیم کے اللہ نے اپنے حبیب محمد الرسول اللہ ﷺ کے ذمے لگائے تھے اور یہ ان کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تمنا اور خواہش تھی جب باپ بیٹے دونوں نے مل کر اللہ تعالیٰ سے وہ اللہ کے پہلے گھر کی اس روئے زمین پر بنیادیں رکھ رہے تھے پہلی دعا فرمائی تھی یہ دعا قرآن کی دوسری سورت البقرہ کی آیات ۱۲۷-۱۲۸ میں ہے۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمَنْ ذَرِينَا امْرَةً مُسْلِمَةً لَكَ وَارِنَا مَنَّا سَكْنَا وَتَبَّ عَلَيْنَا انَّا لَكِ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۱۲۷ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۱۲۸ اے پروردگار ہم دونوں کو تیرا فرمان بردار مسلم بنا دے اور ہماری نسل میں ایک ایسی امت مسلّم بنا دے جو تیری فرماں بردار تیرا حکم ماننے والی ہو۔ ہم کو اور ان لوگوں کو تعلیم دے علم دے تیری عبادت کے طور طریقے سکھا دے اور ہماری توبہ قبول فرمائے اے رحم کرنے والے توبہ قبول کرنے والے (۱۲۷-۱۲۸ آیت سورہ البقرہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری دعا ۱۳ آویں سورت ابراہیم کی آیت ۳۳ سے ۳۱ تک آئی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا گیا ہے کہ اس نے بڑھاپے میں اسحق جیسا وارث عطا کیا جس سے نسل ابراہیمی میں خیر و برکت پھیلے گی۔

اے رب تو ہماری اولاد میں کوئی ایسا پیدا کر دے جو ان ہی میں کا ہوا ان ہی کی زبان میں ان کو تعلیم دے تیری آیات پڑھ پڑھ کر ان کو سنائے کتاب کی علم و حکمت کی اچھی اچھی باتیں سکھائے ان کی سوچ خیال اور عقیدے صاف ستھرا بنائے بیشک تیری حکمت اور علم سب پر غالب ہے۔ توکل اور حکمت والا ہے ۱۲۸۔ سورہ الحج کی ۲۲ سورت میں حج کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔

یہ اللہ کا بڑا احسان اور کرم تھا ایمان لانیوالوں پر کہ ان ہی میں سے ایک ان کا ہادی رہنما رسول بنا یا گیا جو ان کو ان ہی کی زبان میں خدا کا کلام پڑھ پڑھ کر سناتا رہتا ہے ان کے عقائد و سوچ اور زندگی نفس کی طہارت پاکیزگی کا طریقہ بتاتا ہے انہیں کتاب حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ وہ اس سے پہلے کھلی گھر اہی میں پڑے ہوئے تھے۔

اللہ کا جو فضل و رحمت انسانوں پر آسمانوں سے ہوا اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کریں

اُس کے احسان مند بندے بنیں خوشیاں منائیں جس میلاد النبی ہر سال منعقد کرنے کا یہی مقصد شکر و احسان کا اعتراف کرتا ہے اِس دن اللہ کا ذکر اللہ کی نعمتوں کا زیادہ سے زیادہ جمچا کرنا ہے اللہ کے رسول کی سیرت اور اُسوہ حسنہ کو بچوں اور عورتوں کے سامنے گھروں میں مسجدوں میں بیان کرنا ہے اللہ کی اِس بیش بہا نعمت کی عطاء پر جقدر شکر ادا کریں احسان بجا لائیں وہ کم ہے۔

قرآن کی ۳۵ ویں سورت الزمر کی آیت ۲۳ میں فرمایا کہ قرآنی بعض آیات متشابہ آتی ہیں یعنی دھرائی جانیوالی جو اپنی تاویل آپ خود کرتی ہیں تاکہ ہر بات صاف صاف ذہن نشین ہو جائے۔ بعض آیات ایلدوسرے کی متضاد آتی ہیں یعنی نیک لوگوں کا جنت کا جہاں ذکر آیا ہے وہاں فوری طور پر برے بدکار لوگوں کا دوزخ کا ذکر ساتھ ساتھ کر دیا گیا تاکہ بات پوری طرح سمجھ میں آجائے۔ بعض آیات بہت مختصر اور جامع ہیں اور بعض آیات طویل اور مسلک آتی ہیں ایک آیت دوسری آیت کی تاویل کرتی ہے جیسے سورہ فاتحہ الکتاب میں بیان کیا گیا ہے۔

دعوت اسلام کی چار خصوصیات کا ذکر ساتویں سورت اعراف کی آیت ۱۵۶ میں بھی کیا گیا ہے۔

- ۱۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ۵ نیکی کے کاموں کی ترغیب و دنا برائی سے منع کرنا ہے
- ۲۔ یحلّ لعمّ الطیبات ۵ بہترین صحت مند چیزیں کھانے پینے کے لئے حلال و جائز بنایا گیا ہے
- ۳۔ و یحرّم علیہم النجاسۃ ۵ ناجائز۔ حرام مال۔ اور کھانے منع کرنا۔ حرام کاموں سے دور رکھنا ہے

۴۔ و یضغ عنہم اصرہم و الاغلال ۵ لوگوں کو قرض سے مالی بوجھ سے نکالنا ان کی مالی مدد کرنا۔
 للّتی کانت علیہم..... ضرورت مندوں کی مسکینوں، محتاجوں کی مدد کرنا اِس کا اجر اللہ دے گا۔

سورہ اعراف کی آیت ۲۹ میں فرمایا:

- ۱۔ قل امر ربّی بالقسط ۵ اللہ کے احکامات میں عدل۔ توازن اور احسان رکھو۔
- ۲۔ و اقیمو وجوہکم عند کلّ مسجد ۱۰ اپنے چہروں کو ہر وقت خدا کی طرف سجدوں میں رکھو۔
- ۳۔ و ادعوه مخلصین لہ الدین ۵ ساری عبادت۔ سارے کام خلوص نیت کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے ہونے چاہئیں۔ دکھاوے نام و نمود شہرت کے لئے نہیں۔

یہ تین بنیادی احکامات قرآن نے جگہ جگہ سنائے ہیں جو ایک مومن کی شناخت کیلئے ہیں۔ اس طرح تزکیہ نفس، تعلیم الکتاب کی حکمت احکامات کی پوری پوری پابندی سے انسان کا قلب اور ذہن ایمان اور یقین میں ایک دہنی ذہنی انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ سورہ اعراف کا انسان سے قریبی تعلق ہے قدم قدم پر انسان کو قرآن کی رہنمائی کی ضرورت ہوتی رہتی ہے۔ قرآن کریم کا انداز بیان طریق خطابت طریق استدلال و امثال پر مشتمل ہے زبان عربی سادہ صاف صاف سمجھ میں آنیوالی اور دل میں اترنیوالی ہے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے۔ قرآنی اصطلاحات کا مفہوم بہت وسیع ہے اسمیں قرآن و حدیث دونوں علم اور حکمت کی نمائندگی کرتے ہیں قرآنی فکر تاریخ کا مسلسل مطالعہ رہی ہے جو جہالت ذہنی اغلاس شک و شبہات غلامی کی ذہنیت اور باپ دادا کے پرانے رسوم و رواج کے فرسودہ خیالات اور توہمات سے انسانوں کو نجات دلا کر اسلامی ذہن اور فکر علم و حکمت کے خزانے کھولتا ہے۔

قرآن دنیا کے سارے علوم کا خزانہ ہے۔ آدم کو آسمانوں میں سارے علوم حکمت سکھلا دیئے تھے "وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا" ہر چیز جوڑوں جوڑوں میں پیدا کر کے تصادات کا مجموعہ دھیر لگا دیا گیا اور پھر ایک دوسرے کا علاج اور ضد کا علاج بھی سکھا دیا گیا دن کے اجالے کو رات کی تاریکی کے فرق کو ان کے کام کرنے کے اغراض و مقاصد کے طریقوں کو اس قدر آسان اور ہم آہنگ بنانے کے طریقے اور تعلیم سکھائی کہ دنیا اور دین دونوں سدھر گئے۔

نیکی اور بدی کا فرق بتایا۔ اچھے اور برے کی تیسر سکھادی اس کے نتائج کو بیان کر دیا۔ ایک دوسرے کی ضد کا آپس میں مقابلہ دکھا دیا۔ مثالیں دیں قصے سنائے ہر جگہ یونسون۔ یعقولون۔ اور یوقنون کی تکرار سے۔ وزن کی ترتیب سے۔ انسانی ذہن کے گوشوں کو چونکا دیا۔ فکر انسان کو ذہن کو قلب کو سوچنے غور و فکر کرنے کی عادت ڈالی۔ جگہ جگہ سوال ہوتا رہا۔ "اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ اَمْ هَلْ اَقْبَلُوهُ" کیا تم قرآن کی آیات اور تلاوت میں غور و فکر نہیں کرتے۔ کیا تمہارے قلب اور ذہن پر کسی نے قفل اور تالے لگادیئے ہیں کہ بغیر سوچے سمجھے غور کرے قرآن کو پڑھتے چلے جا رہے ہو۔ یہ کتاب صرف پڑھنے پڑھانے ایصال ثواب پہنچانے کے مقصد کے لئے نہیں اتاری گئی ہے بلکہ قرآن کی تعلیمات کے مطابق زندگی کو ڈھال لینا ہے۔ یہ بھرپور زندگی دنیا کی قرآن کی تعلیمات احکامات اور مقصد و منشا کے مطابق گزارنی ہے نہ کہ کھیل کود میں۔ عیش و عشرت کی زندگی میں۔ دنیا کی طلب اور حسد میں یہ زندگی گزارنی جائے۔

قرآن میں دو قسم کی تصریحات ملتی ہیں۔ محکمات اور مشابہات۔

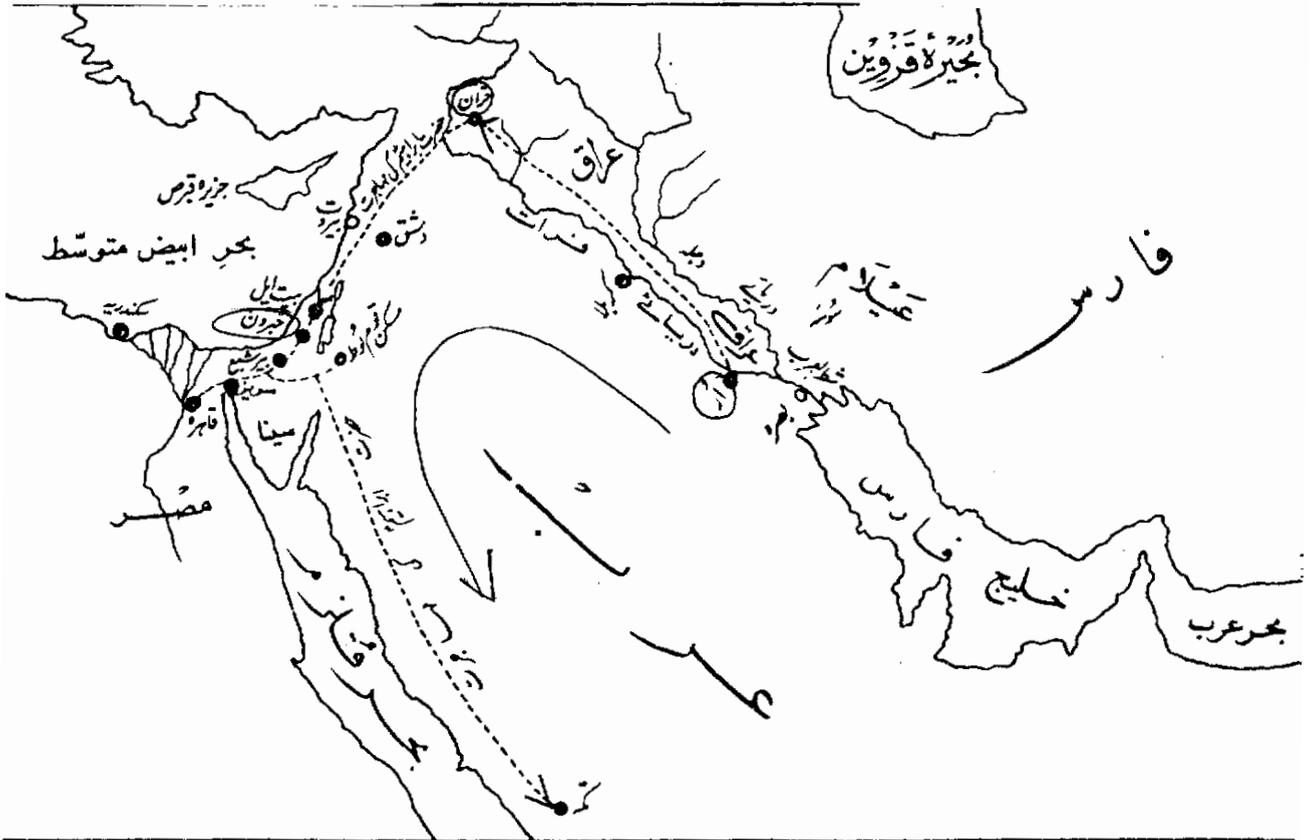
وہ آیات جن کا تعلق غیب سے ہے مشابہات کہلاتی ہیں اور جو دنیا موجودات۔
 مشاہدات سے سامنے نظر آتی ہیں محکمات کہلاتی ہیں۔ خدا پرستی کی صفت یہ ہے کہ آدمی
 اپنے موسّات اور غیر موسّات دونوں پر ایمان اور یقین رکھے اور ان کو تسلیم کرتا جائے۔
 نزول وحی۔ ملائع اعلیٰ کا وجود۔ خدا کا عرش تعالیٰ ہوئے فرشتے جو مومنوں کے لئے سفارش
 کرتے رہتے ہیں۔ حیات بعد الممات۔ قیامت کا روز انصاف کا۔ ثواب کا پہنچانا۔ عذاب۔
 جنت۔ دوزخ عالم ارواح علیین سجین۔ عالم برزخ۔ شیطان اور جنات کا وجود اور ان کے کام۔
 موت کے وقت سکرات کے عالم میں فرشتوں کا موجود ہونا۔ روح کا نیند کی حالت میں جسم
 سے الگ ہو کر سیر کرنا۔ اور دوبارہ جسم کے اندر داخل ہونا جسکو خواب کی کیفیت کہتے ہیں۔
 تعبیر خواب۔ ارواح کا خواب میں آنا۔ اور باتیں کرنا۔ خدا کی نشانیوں کا ہمارے نفس کے
 اندر ہمارے اطراف دنیا میں نمودار ہونا۔ غیر معمولی حالات کا زندگی میں پیدا ہونا۔ اچانک
 موت کا آنا یہ سب مشابہات میں سے ہیں۔ اس پر ایمان لائیں۔ جو لوگ راسخ العقیدہ اور علم
 کے یکے دل کے صاف شمرے ہیں وہ ان باتوں پر ایمان لائیں گے ان انسانوں کو جو کج فہم
 ہیں علم کا غرور اور زعم فہم زیادہ رکھتے ہیں دائور مظکر ہیں فلسفیانہ بحث کرتے ہیں دلائل سے
 ثبوت دیتے ہیں ان کا انکار کرتے ان کو نہیں ماننے شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔ اپنے
 نظریہ قائم کرتے ہیں ان کے یقین میں یہ باتیں نہیں آسکتیں اللہ کا علم وسیع اور لامحدود ہے۔
 انسان کی عقل اور فہم تنگ و تاریک علم محدود ہے۔ وجدان اور معرفت بصیرت ہماری عقل و
 ادراک اور موسّات سے بھی آگے کچھ دیکھتی ہے جو ایمان و یقین کی نعمت سے ملتی ہے وہ
 الہامی ہدایت کہلاتی ہے۔

سورہ اعراف کی ان آیات میں غور اور فکر کرو۔ قُلْ اَمْرٌ رَبِّیْ بِالْقِطْطِ وَالْقِیَمُوْدِ وَجُوْحِکُمْ عِنْدَکُمْ
 مُجَدِّوَادِعُوْہِ مَخْلُصِیْنَ لِمَا لَدَیْنِ ۝ میرے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اپنے ہر کام میں زندگی کے
 برتنے میں اعتدال رکھو۔ خدا کے بندے بن کر ہو خدا کے آگے دن کے پانچ اوقات نماز
 سے جھک جاؤ اسکی عبادت خالص طریقہ سے کرو جو تم پر فرض ہے۔ تم سے پوچھا جائے گا اگر
 تم نے عبادت چھوڑ دی اسلئے اسکو پابندی سے قائم رکھو۔ یہی دین اسلام ہے تین باتیں بتا
 دی گئی ہیں۔ زندگی میں اعتدال رکھو۔ عبادت میں خلوص اور توجہ۔ خدا پرستی۔ اسلئے کہ تم کو

اُس نے بہت سی نعمتیں دی ہیں، تمہارا اور اُس کا رشتہ برقرار رکھنے کے لئے اُس کا ذکر و تسبیح ضروری ہے۔ اور شکر اُن کے سجدے لازمی ہیں۔

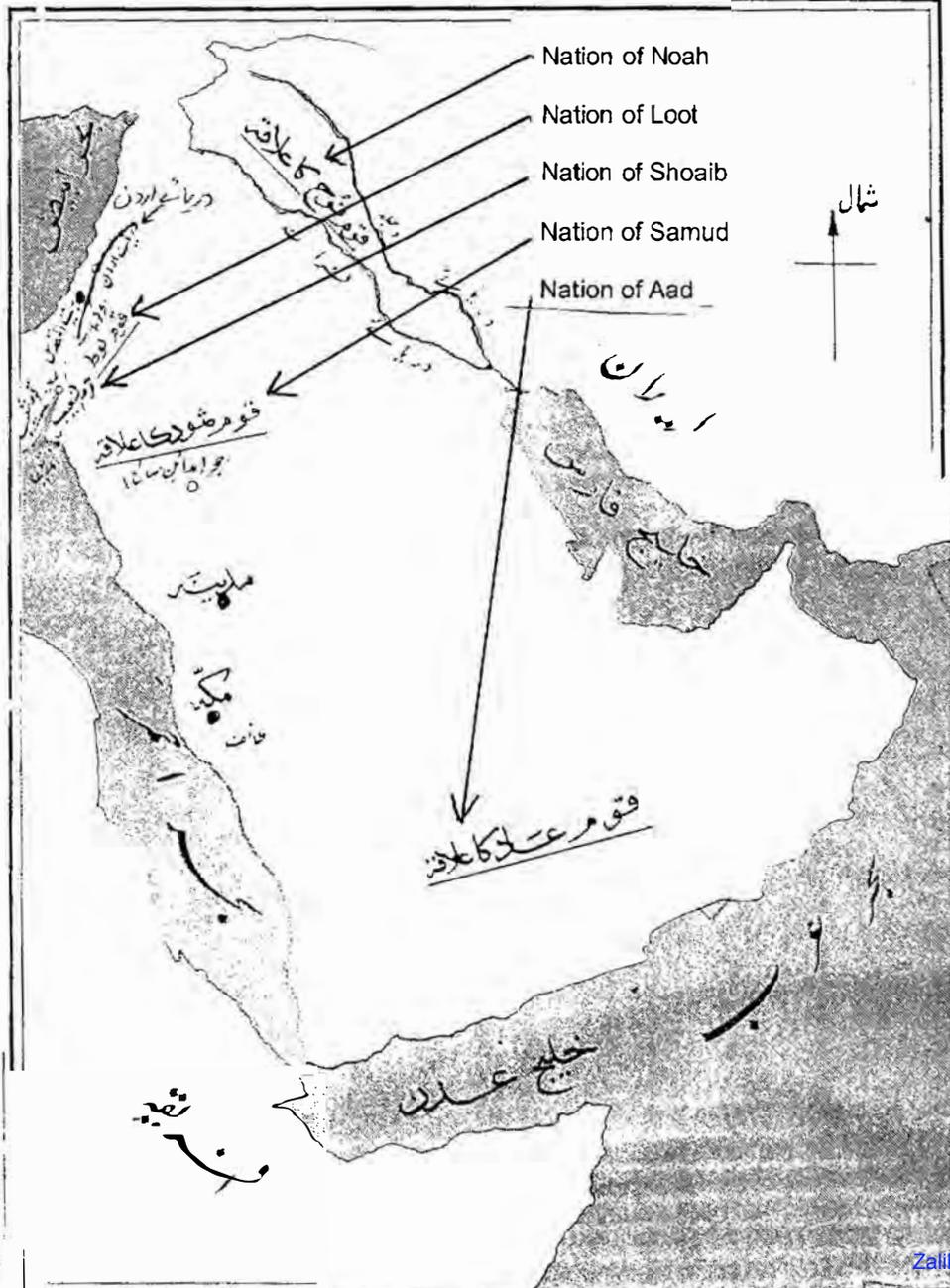
سورہ اعراف کی دوسری آیت میں اللہ نے انسان کو اپنی عبادت اور بندگی کیلئے پیدا کیا اسکو زمین کی نیابت دی اور اپنا خلیفہ بنایا اور ساری مخلوقات کو اس پر قربان کر دیا کہ اس دنیا میں وہ جو چاہے کھائے پیئے حیوانات نباتات جمادات سے کام لے ان پر قبضہ و اختیار رکھے ان کو اپنے فائدے اور ضرورت کے لئے استعمال کرے اس لئے کہ انسان عظیم ہے اشرف مخلوق ہے خدا کا نائب بنا کر بھیجا گیا ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ ان نعمتوں پر خدا کا شکر ادا کرے اُس کے آگے پانچ وقت کھڑے ہو کر شکر یہ ادا کرے۔

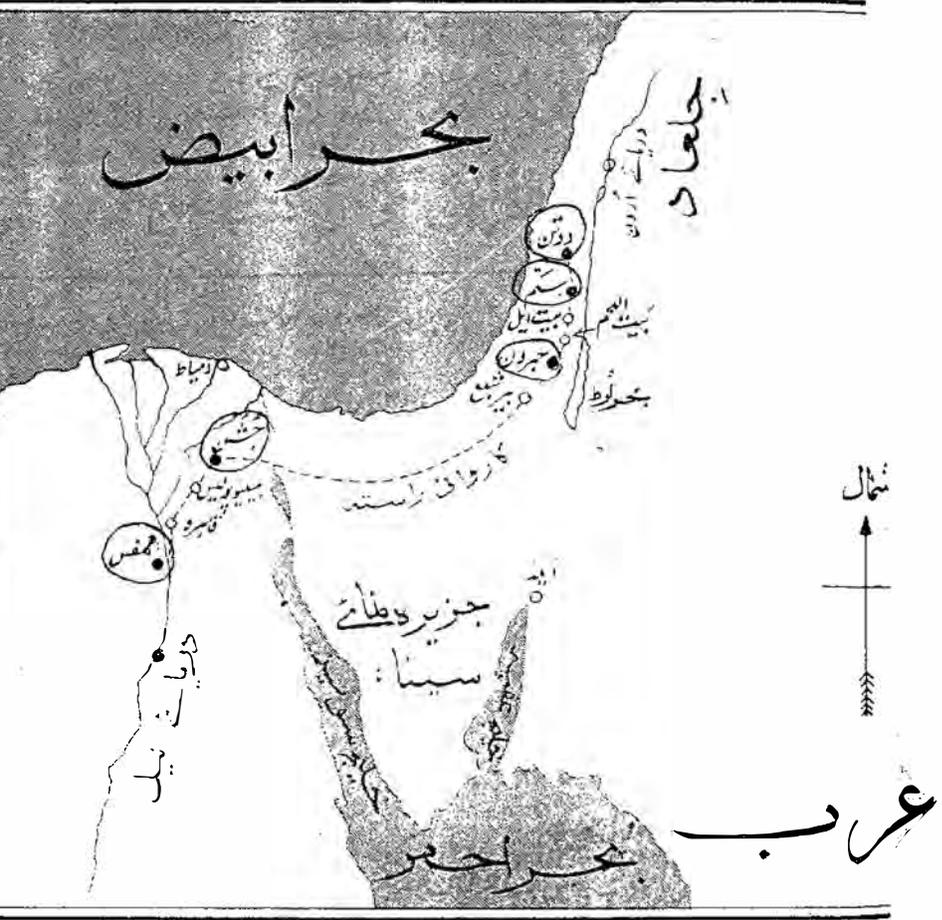
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت



تشریح : حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق میں اُر کے مقام پر پیدا ہوئے۔ اُن کے والد سے بیچ بچنے کے بعد آپ مہن چھوڑ کر اپنے خزانہ داران (تشریف لے گئے۔ چہرہ ہاں فلسطین کی طرف منتقل ہوئے اور بیت ایل خروان اور شہر جس میں اپنی قسمت کے مکان تمام کے پھر اُٹھا کے مشرق میں اپنے چیتے حضرت لوط کو مانور کیا۔ وہاں سے آپ عمر تشریف لے گئے جو بس زمانہ میں عراق کے بعد تشریف تھن کا دوسرا عظیم الشان گورن تھا۔ مگر یہ وہ نہیں ہو سکا کہ مصر میں ہی آگے کوئی تعلق نہ ہو۔ اُن کا نام اُٹھایا نہیں۔ اس کے بعد آپ نے حجاز کا بیچ کیا اور مکہ میں بیت اللہ تعمیر کر کے اپنے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس کی خدمت سپرد کی۔ چہرہ فلسطین میں خروان کو اپنا محل مرکز بنایا اور یہیں آپ انتقال فرما۔ آپ کے بعد آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام اس مرکز میں آپ کے جہان بنے اور اُن سے یہ سیراٹ حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہنچی۔

Source: 'Tafheem ul Quran' by Maulana Abul Ala Moudoodi





دو تین : وہ مقام جہاں ایشیل کے بیان کے مطابق برادران یوسف نے حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں پھینکا۔
 یکم : وہ مقام جہاں حضرت یعقوبؑ کی آباؤی جائیداد تھی۔ اب اس مقام کا نام نابلس ہے۔
 جبروان : وہ مقام جہاں حضرت یعقوبؑ رہتے تھے۔ اس کو اٹلیلی بھی کہتے ہیں۔
 ممفس : مصر کا قدیم پایہ تخت۔ اب اہل مصر اس کو منف کہتے ہیں۔
 جیسن : وہ علاقہ جہاں حضرت یوسفؑ نے مصر میں نبی اسرائیل کو آواک کیا۔

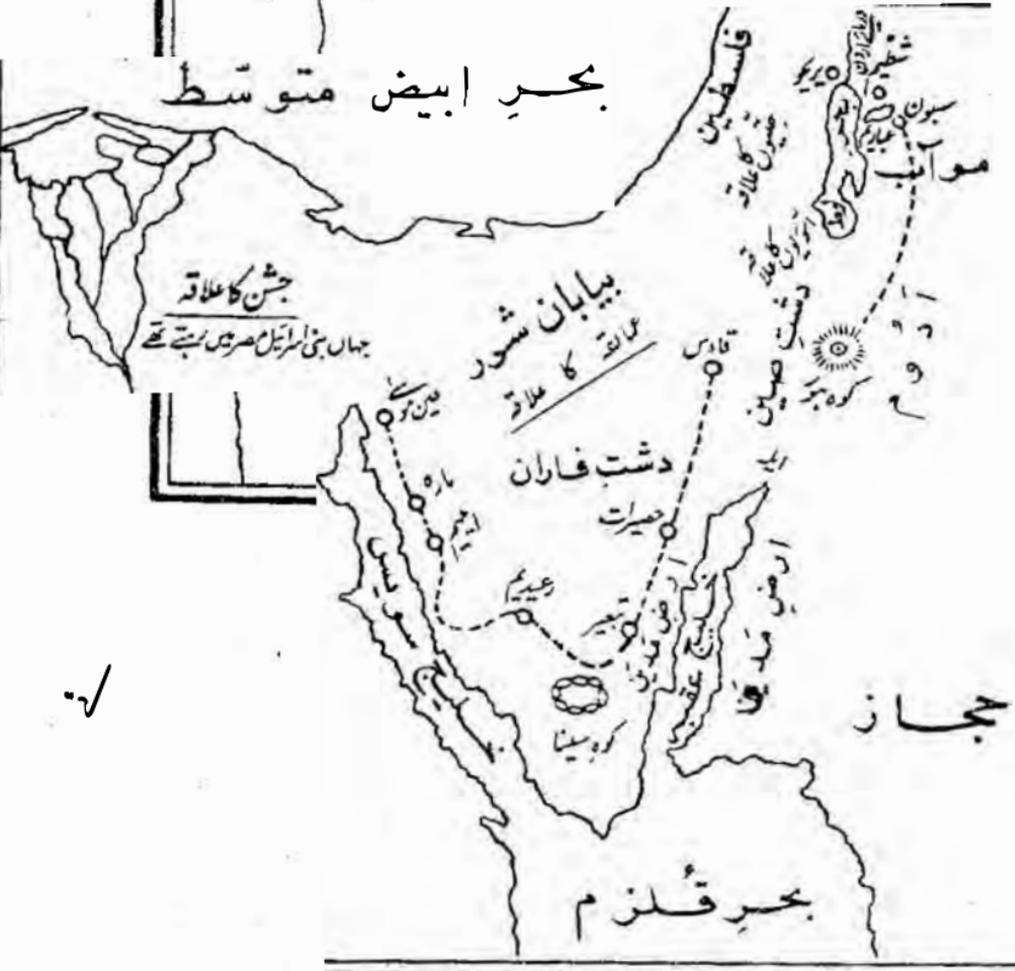
فلسطین حضرت عیسیٰ کے زمانے میں



بنی اسرائیل کی صحرائوں کی

مصر

بحر ابيض متوسط

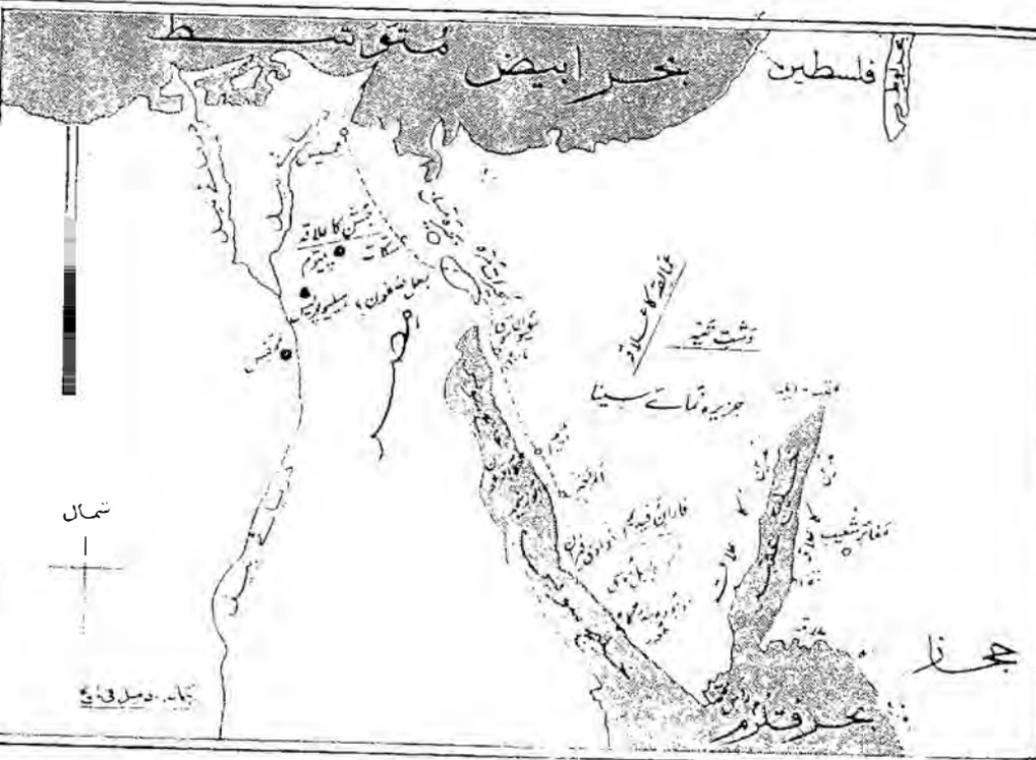


۷۰

تشریح : حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو بحر زوفا کے سینا میں مارہ، ایمم اور عییم کے رشتے کوہ سینا کی طرف لائے اور ایک سال سے کچھ زیادہ مدت تک اس مقام پر ٹھہرے رہے۔ یہیں قرآن کے بیشتر حکام آپؐ نے نازل ہوئے۔ پھر آپؐ کو مکہ ہوا کہ بنی اسرائیل کو لے کر فلسطین کی طرف جاؤ اور اسے فتح کر لو کہ وہ تمہاری لڑائی میں آیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو یہی بتائے کہ تم تیرا اور حیرات کے واسطے دشت فاران میں تشریف لائے اور یہاں آپؐ ایک مذہب فلسطین کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ قادس کے مقام پر اس وقت تک بنی اسرائیل پہنچے اور کاتب نے سوا پورے مذہب کی پوری نہایت حمد سن لی تھی۔ جسے نہ کر ہی اسرائیل جمع ہوئے اور انہوں نے فلسطین کی ہر چیز کا جائزہ لیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اب یہ پاس برس تک اس علاقے میں جھکتے رہیں گے اور ان کی موجودہ نسل پوش اور کاتب کے سوا فلسطین کی کھلی نہ دیکھیں پائے گی اس کے بعد بنی اسرائیل دشت فاران، بیابان شور اور دشت سین کے درمیان اپنے اپنے پھرتے رہے اور عمالہ، تمویوں، آڈویوں، نمبرانیوں اور نوآب کے ٹوکوں سے لڑتے پھرتے رہے۔ جب چالیس سال گزرنے کے قریب آئے تو آڈوی کی سرزمین کے قریب کہہ پڑے حضرت ہارون علیہ السلام نے وفات پائی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیے ہوئے قرآن کے علاقے میں داخل ہوئے اور اس پورے علاقے کو فتح کرتے ہوئے حبرون، دہشلم، مکہ، بیسج گئے۔ یہاں کہہ عیام پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوا اور ان کے بعد ان کے فیضان اور حضرت یوشع نے مشرق کی جانب سے دیشلم اور ان کو پار کر کے شہر ریجو، اریحا، کو فتح کیا۔ فلسطین کا پہلا شہر تھا جو بنی اسرائیل کے قبضہ میں آیا۔ پھر ایک قبل مدینہ بنی اسرائیل نے فلسطین فتح ہو گیا۔ اس نقشہ میں ایدہ، یقیم، نام، ایلان اور موجودہ نام عقبہ، وہ مقام ہے جہاں غالباً اصحاب البیت کا وہ شہر واقع ہے جسے ایما حابس کا ذکر سورہ بقرہ ۱۲۸ اور سورہ انفکات ۱۱ میں آیا ہے۔

نقشہ خروج بنی اسرائیل

تفسیر القرآن جلد دوم
صفحہ ۷۶ - ۷۷



نقشہ صحیح کی پیشکش کا قانونی و عاقلانہ ہے۔ یہاں سے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو آج کیا تھا۔
مذکورہ حضرت کو نبی علیہ السلام کے زمانے میں نہ لگاوا اور اس وقت تھا۔

بجیرا کے زمانے میں بنی اسرائیل کی وہ کھانا پکانا میں جو آج تو صحیح سوسپس سے حاصل ہے واقع میں مکرور ہے کہ بنی اسرائیل نے اس سے بنا لیا تھا۔
اس وقت کو نبی علیہ السلام نہیں سے بنی اسرائیل کو لے کر نکلتے اور اس وقت میں بنی اسرائیل نے اس وقت سے اس وقت کو ان سے آکر لے لیا تھا۔
حضرت کو نبی صحرا کے صاف راستے سے سینا کی طرف بنا لیا جاتے ہیں گے، مگر ایک طرف سے کی تو بنی اسرائیلوں سے بچنے کی کوشش اور دوسری طرف
فرعون کے لشکر کے ان کو اپنی لشکروں کے قریب لایا گیا اور ان کو مارا گیا اور ان کو مارنے کے بعد فرعون نے ان کو مار دیا اور ان کو مارنے کے بعد
حضرت کو نبی اور بنی اسرائیل مارا، ان کو مارنے اور ان کو مارنے کے بعد اس وقت میں بنی اسرائیلوں سے بچنے کے لیے ان کو مار دیا اور ان کو مارنے کے بعد
فرعون مارا گیا ہے۔ اس کا نام فرعون ہی ہے اور اس کی راوی کو فرعون ہی کہتے ہیں اور اس کے بعد فرعون کی لاش پانی میں
تھا اور فرعون کو بچا ہے۔ جس کے بعد آج تک جزیرہ سینا کے کوٹوں میں یہ روایت پائی جاتی ہے کہ اسی جگہ فرعون کی لاش پانی میں
تھی اور پانی میں تھی۔

فرعون کے نام سے آج کل جو بندر کاہ و جزیرہ سینا میں پائی جاتی ہے اس سے مراد کوہ طور نہیں ہے بلکہ یہ طور کی بندر کاہ ہے۔
الفرح اس علاقے کے سر سے ہے جس کا نام بائبل میں "بیاڈا میں" لکھا ہے۔ اس سے مراد سلوینی کا ٹیول شہر ہے۔
فرعون کے قریب عرب کی کوہ شاموہ چٹان واقع ہے جس پر حضرت موسیٰ نے نماز پڑھی اور بارہ چھتے چھوٹ لگے تھے۔
دشنت تیرہ کوہ علاقے جس میں بنی اسرائیل نے چالیس سال تک چھتے رہے۔ تیرہ کے معنی چھتے ہیں۔ یہ لفظ قرآن کی آیت "فانزلنا
سحاباً مطہراً یسقیکم" سے ماخوذ ہے۔
نقشہ یا آئینہ اس کا فرعون نام سے چار تھا۔ فرعون کا نام ہے، یہاں عام روایات کے مطابق اس کا نام ہے، اس کا نام ہے اور واقعہ پیش آئی۔